صحابی کی تعریف اور صحابہ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا عتیق احمد بستوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مکتبہ معہد الشریعہ لکھنؤ

نام کتاب : صحابی کی تعریف اور صحابہ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنف : مولانا عتیق احمد بستوی

کمپوزنگ : قاسمی کمپوزنگ 9236650139

صفحات : ۸۰

تعداد اشاعت :۱۱۰۰

قیمت :۸۰روپے

ناشر : معہد الشریعہ لکھنؤ

ای میل : m.ateeque.bastavi@gmail.com

موبائل : 9839776083

ملنے کے پتے :

مکتبہ احسان، لکھنو

مکتبہ دارین، لکھنو

دارالکتاب، دیوبند

ادارہ فیصل، لکھنو و دیوبند

فہرست

پیش لفظ

الحمدللہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین، محمد بن عبد اللہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد:

زیرنظر کتاب ایک انتہائی اہم اور حساس موضوع پر چندروز میں لکھی گئی ہے، موجودہ نازک حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ حساس نزاعی موضوعات پرتحریریں لکھی جائیں، اور انہیں امت میں پھیلایا جائے، لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ ایک عظیم درسگاہ کے بڑے موقر استاذ نے جن کی تقریروتحریر کی شہرت ہے، صحابی کی تعریف، صحابہ کے مقام ومرتبہ اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں متعددایسی تقریریں کیں اور رسالے شائع کئے جن سے صحابہ کی دینی حیثیت مجروح ہونے اوران کی عظمت وتقدس کی پامالی کا خطرہ پیدا ہوا، انہوں نے ان موضوعات پر ایسے منحرف افکار کا اظہار کیا جو جمہور اہل سنت کے مسلمہ نقطہ نظر کے خلاف تھا، درسی تقریر سے لے کر سوشل میڈیا کے ذرائع سے بھی ان افکار کی تیزی کے ساتھ نشرواشاعت ہونے لگی، اورنوجوانوں کی ایک تعداد ان سے متاثر ہوکران کی لے سے لے ملانے لگی، اور منحرف افکار کا حلقہ اثر بڑھنے لگا۔

اس لئے شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ جلد سے جلد ان افکار کا تنقیدی جائزہ لیا جائے، اور دلائل کی میزان میں تول کران کی حیثیت واضح کی جائے۔

احقر سے اس موضوع پر لکھنے کی خواہش بہت سے حضرات نے کی جن میں اکابر علماء، معاصرین اور تلامذہ سب شامل ہیں، ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے یہ کتاب لکھی گئی ہے، جس میں صحابی کی تعریف اور صحابہ کرام کے مرتبہ ومقام کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہے اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں جمہور اہل سنت کا نقطہ نظر پوری دیانتداری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ اس کتاب سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صحیح مرتبہ ومقام واضح ہوگا، اگر میری کسی تعبیر اور تنقید سے کسی کے جذبات مجروح ہوں تو اس کے لئے پہلے سے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کوقبولیت سے نوازے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

عتیق احمد بستوی

استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پنجشنبہ ٦/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اسلام کے بنیادی عقائد اور اہم ترین تعلیمات سے بے خبر ہے، جہالت اور بدعقیدگی کی وادیوں میں بھٹک رہی ہے، اسے یہ بھی خبر نہیں ہے کہ اسلام اور ایمان کیا ہے؟ جن عقائد کو ماننے سے انسان مسلمان ہوتا ہے، اور کن عقائد و اعمال کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس کی شدید ترین ضرورت ہے کہ قرآن وحدیث کی بنیادی تعلیمات اور دین کی اساسیات سے خود مسلمانوں کو واقف کرایا جائے، اور اسلام کا صاف شفاف اور سچا تعارف غیر مسلموں سے کرایا جائے۔

ایک نیا فتنہ

بہت ہی نحوست اور بے برکتی کی بات ہے کہ امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے اور امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کرنے کے بجائے کوئی عالم یا دانشور تحقیق واظہار حقیقت کے نام پر پرانے فتنوں کو بھڑکائے، امت مسلمہ میں نیا انتشار یا کشاکش پیدا کرے، اور کچھ تاریخی روایات کا سہارا لے کر ان قدسی صفات صحابہ پر لعن وطعن کرے جن کی پاکیزگی اور بلند مقامی کی شہادت خود قرآن وحدیث نے بار بار دی ہے، جن کے ذریعہ یہ دین متین ہم تک پہنچا ہے۔

انتہائی تکلیف دہ اور افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کی ایک عظیم درسگاہ کے ایک موقر استاذ نے کچھ دنوں سے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ مشاجرات صحابہ کو موضوع

بنا کر جو غلط بیانی اور زہر افشانی کی ہے، اور بعض جلیل القدر صحابہ (مثلاً حضرت معاویہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہ) پر طعن وتشنیع کے جو تیر چلائے ہیں، اس کی وجہ سے مسلمانوں میں خاصی بے چینی پائی جاتی ہے، اور بجا طور پر مختلف علمی ودینی حلقوں سے اس پر نکیر اور تنقید کی جارہی ہے۔

صحابی کی تعریف میں تبدیلی

اس سے بڑھ کر سنگینی یہ ہے کہ ان صاحب نے وہ تعریف ہی بدل ڈالنے کی کوشش کی ہے جس پر اہل سنت متفق رہے ہیں، اور صحابی کی یہ تعریف حدیث، اصول حدیث اور فن جرح وتعدیل کی کتابوں میں کی جاتی ہے۔

انہوں نے لفظ صحابہ کے بارے میں ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں اپنے نظریات پیش کئے ہیں، کتابچہ کا نام وعنوان ہے ''لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں'' (قرآن کے دستوری، عالمی اور دائمی اصول، اور حدیث نبوی کی صحیح توضیحات کی روشنی میں صحیح موقف کا تعین)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''فاضل محقق'' کی تحقیقات کے نمونے انہی کے الفاظ میں پیش کردئے جائیں:

لفظ ''صحابہ'' کے بارے میں غلط فہمیاں

صحابہ کا لفظ ''صاحب'' کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ساتھی، رفیق دوست وغیرہ کے آتے ہیں، اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے کے ہوتے ہیں۔

١- اس لفظ کا استعمال ان لوگوں کے لئے مخصوص ہو گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آتے تھے،

مجلسوں میں بیٹھتے تھے، کبھی سفروں میں ساتھ جاتے تھے، کبھی جہاد کے لئے بھرتی ہو جاتے تھے۔

۲- ان میں عبداللہ بن اُبی اور اس کے ٹولے کے منافقین بھی تھے، ان کے نفاق کی وجہ سے جب ان کے مارنے کا کسی نے مشورہ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ -**ان محمدا یقتل أصحابه** -محمد ﷺ اپنے صحابہ کو مار رہے ہیں۔

۳- یہی ظاہر میں ساتھ رہنے والے، یہودیوں سے بھی ملتے تھے، اور مشرکوں سے بھی خفیہ ربط رکھتے تھے، اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے پلان بھی بنایا کرتے تھے۔

۴- یہی وہ لوگ تھے جو جنگ احد میں تین سو کی تعداد میں بھرتی ہوئے تھے، اور حضور ﷺ ان کو ساتھ لے کر نکلے تھے، راستہ سے یہ بغاوت کر کے واپس آ گئے تھے۔

۵- یہی وہ لوگ تھے جو جنگ خندق میں اپنے گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔

۶- اور یہی وہ لوگ تھے جو جنگ بدر کے لئے حضور ﷺ کے ۳۱۳ صحابہ کے ساتھ جانے پر خطرناک تبصرے کر رہے تھے۔

۷- یہی وہ لوگ تھے جو جنگ تبوک کے موقعہ پر زیادہ تر گھر بیٹھ رہے تھے، اور ایک تعداد فتنہ وفساد کے لئے فوج میں بھرتی ہو کر تبوک ساتھ گئی تھی۔

۸- یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قباء کی مسجد کے قریب ایک مسجد بنائی تھی، اور حضور ﷺ سے اس میں نماز پڑھنے کے لئے درخواست کی تھی۔

۹- یہی وہ لوگ تھے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت حذیفہؓ کو نام بنام بتایا تھا، اور ان کی راز دارانہ فہرست ان کے پاس تھی، یہ سب صحابہ شمار ہوتے تھے، اور آپ ﷺ کی مجلسوں کے حاضر باش تھے، اس معاملہ میں اچھے اچھے لوگوں کو خدشہ ہوتا تھا کہ کہیں ہمارا نام اس فہرست میں نہ ہو، حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ سے پوچھتے تھے کہ ہمارا نام تو ان میں نہیں، اس سے اس کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں ۳و۴)

اس اقتباس میں جس تلبیس سے کام لیا ہے اس کو اجاگر کرنے کے لئے زیادہ علم وتحقیق کی ضرورت نہیں، نمبر۲ سے نمبر۹ تک فاضل محقق نے جن گروہوں کا تذکرہ کیا ہے وہ سب منافقین تھے، جو ایمان کی دولت سے محروم تھے، انہیں کوئی بھی مسلمان صحابہ کے زمرہ میں شمار نہیں کرتا، صحابی رسول ہونے کے لئے بنیادی شرط یہی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھا ہو، یا ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہو، منافقین جب دولت ایمان سے بالکل محروم تھے، انہیں نہ ایمان نصیب ہوا، اور نہ ایمان پر ان کی وفات ہوئی، وہ صحابی کے زمرے میں کیسے آ سکتے ہیں؟

نمبر۲ کے تحت منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی کا تذکرہ اور ''**ان محمدا یقتل أصحابه**'' سے استدلال بھی حیرت انگیز ہے، اور لطیفہ یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبَیّ کو عبداللہ بن اَبی لکھا گیا ہے (الف کے فتحہ کے ساتھ)۔

مذکورہ بالا اقتباس کے بعد موصوف نے اپنے علم وفکر کے معیار سے صحابہ اور غیر صحابہ کے درمیان خط فاصل قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

> حضور ﷺ نے اپنے معتبر، مقرب صحابہ کے مقامات، مراتب اور خصوصیات کا تذکرہ فرمایا، متعدد حضرات کو جنت کی بشارت دی ہے، دوسری طرف بہت سے لوگوں کا بغیر نام لئے اور کسی کسی کا نام لے کر مذمت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، جو متعدد صحیح

سندوں سے منقول ہے کہ ''**ان عمارا تقتله الفئة الباغية** ''اس طرح
آپ نے حضرت معاویہؓ، اوران کے لشکر کے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں باغی
ہونے کے صراحت کر دی تھی، اور حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کے ایک لشکر کے
کمانڈر تھے،............ جب لشکر معاویہ نے ان کو شہید کر دیا تو عمرو بن العاص
نے معاویہ سے کہا کہ عمار شہید ہو گئے، (یعنی حضور کی حدیث ہماری بغاوت
کے بارے میں صادق آئی)، تو معاویہ نے ان کو جھڑک دیا۔

دوسری طرف حضورﷺ اپنے پسندیدہ اصحاب کی خصوصیات اور صفات
بیان فرماتے ہیں، کسی کو صدیقیت کی، کسی کو فاروقیت کی، کسی کو شرم وحیا اور غنی
کی، کسی کو اہلیت قضاء اور ولایت عامہ کی، کسی کو قراءت کی، کسی کو علم میراث کی
مہارت کی، کسی کو کسی بھی نوعیت کے فضل وکمال کی سند عطا فرماتے ہیں۔

علیؓ کے بارے میں کہتے ہیں: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ** ''اور
ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ''**انت منی بمنزلة هارون من موسی** ''، ور
حضرت فاطمہ کو سیدۃ نساء اہل الجنۃ قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں ''**هی بضعة
منی یریبنی ما یریبها** ''، حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو **ریحانة الجنة** اور
سیداشباب أهل الجنة قرار دیتے ہیں، اور ان کی محبت کی دعوت دیتے
ہیں، جو ان سے محبت نہ کرے، آپﷺ اس سے اپنی لاتعلقی ظاہر فرماتے
ہیں، ان کو اذیت دینے والے سے اپنی براءت ظاہر فرماتے ہیں۔

اپنے اہل بیت کو قرآن پاک کے ساتھ دین کے لئے حجت قرار دیتے
ہیں، فرماتے ہیں ''**ترکت فیکم امرین ما ان تمسکتم بهما لن
تضلوا، کتاب اللہ و عترتی، أهل بیتی** ''(دیکھئے بیہقی حدیث:

۴۵۷۶-طبرانی حدیث:۴۹۶۹)

نئے مسلمان ہونے والے کتنی ہی خوبیوں کے مالک ہوں، ان کو اپنے
صحابہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتے ہیں، اور ان کو برا کہنے سے
منع کرتے ہیں، خالد بن الولید ۸ ھ میں اسلام لائے یا ۷ ھ کے اواخر
میں، .... صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کسی معاملہ میں
جھگڑنے لگے، اور سخت الفاظ استعمال کرنے لگے، تو حضورﷺ نے فرمایا: ''**لا
تسبوا أصحابی، فواللہ لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا لم یبلغ
مد أحدهم ولا نصیفه** ''، بدری صحابہ اور حدیبیہ میں بیعت کرنے والے
صحابہ کا خاص مقام بیان فرماتے ہیں، اور قرآن ان کو رضائے الٰہی کی سند دیتا
ہے، لیکن فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لانے والوں کو طلقاء کہا جاتا ہے، ان کی
فضیلت زبان نبوت سے نہیں بیان کی گئی، امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ
معاویہؓ کے فضائل کے بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں۔ (دیکھئے تاریخ ابن
کثیر میں تذکرہ معاویہؓ)

لاتسبوا آپ نے ''اصطلاحی صحابی'' سے اصل صحابی کے بارے میں
فرمایا تھا، خالدؓ آپ کے ان رفقاء میں نہیں تھے، جن میں ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ،
عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ تھے، جنگ موتہ میں ان کے کارناموں پر آپﷺ
نے فرمایا تھا: ''**خالد سیف من سیوف اللہ** ''ان کے اصل جوہر و ہنر کی
تعریف کی لیکن خالد کو جب بنو جذیمة کے علاقہ کی طرف بھیجا، اور انہوں نے
تحقیق کے بغیر ان کے قیدیوں کو قتل کر دیا، تو حضور اتنے ناراض ہوئے کہ اللہ کی
بارگاہ میں خالد کے اس عمل سے پناہ مانگنے لگے ''**اللّٰهم انی أبرا الیک مما**

صنع خالد ''اے اللہ میں خالد کے عمل سے بری ہوں، بار باراس کودہرایا۔

خالد کوقبیلہ ہمدان کو دعوت دینے کے لئے یمن بھیجا، وہ کامیاب نہیں ہوئے تو حضرت علیؓ کو بھیجا اور خالد کو واپس آنے کو حکم دیا، حضرت علیؓ قبیلہ ہمدان کی دعوت میں کامیاب ہوئے، ایک صحابی بریدہ نامی حضرت علیؓ کے ایک عمل سے ناراض ہوئے، ....حضرت علیؓ سے بغض رکھنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ علی سے بغض نہ رکھواور حجۃ الوداع کے بعد واپسی کے سفر میں غدیر خم کے مقام پر حضرت علی کے مقام ولایت کا اعلان عام فرمایا، اور یہ فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''، اوراس کا اعلان عام فرمایا کہ میرے اہل بیت کا دامن تھامے رہو، جوعلی کواذیت دے، یا ان سے دشمنی کرے، وہ مجھ سے دشمنی کرتا ہے۔

بعد کے دور میں جب امت میں خلافت راشدہ اور ملوکیت میں اختلاف پیش آیا، اور علیؓ کے مقابلے میں معاویہؓ کھڑے ہو گئے، تو اختلاف نے دونوں حلقوں میں غلو وتشدد اور افراط وتفریط کو پیدا کر دیا۔

رافضی شیعوں نے ضد، ردعمل اور فتنہ پروری میں چار پانچ صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہ کو مرتد قرار دے دیا،، ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کو بھی نہیں چھوڑا، نتیجتاً پوری امت نے ان کی گمراہی کا فیصلہ کیا، بعض وہ حضرات جن کو ناصبی ''اہل سنت'' کے نزدیک شیعہ قرار دے دیا جاتا ہے، جیسے حضرت زید، حضرت محمد باقر، حضرت جعفرالصادق وغیرہ انہوں نے بھی اس پر سخت تنقید کی۔

دوسری طرف اہلسنت نے غلو میں یہ نقطہ نظر وضع کرلیا کہ جس نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ ایک سکنڈ کے لئے دیدار کرلیا، اور مسلمان ہونے کی حالت میں اس کی موت ہوئی اور وہ مرتد وکافر ہوکر نہیں مرا، وہ صحابی ہے، یہ تعریف نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، نہ خلفائے راشدین سے، نہ کسی صحابی سے، بعد کے دور میں یہ تعریف وضع کر لی گئی۔

(لفظ صحابی کے بارے میں غلط فہمیاں ص۴ تا ۹)

صحابی رسول کی تعریف کا جائزہ

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جب فاضل محقق نے صحابی کی اس تعریف کو کنڈم کیا جس نے جمہور محدثین اصول حدیث اور اسماء الرجال کے مصنفین نے متفقہ طور پر ذکر کیا ہے اور وہ تعریف امام بخاری ان کے استاذ علی بن مدینی سے لے کر دور حاضر کے محدثین تک معتبر اور راجح رہی ہے، تو فاضل موصوف جچے تلے الفاظ میں صحابی کی وہ تعریف ذکر فرماتے جو ان کے نزدیک صحیح اور راجح ہے، لیکن انہوں نے ایسا نہ کر کے قاری کو مجبور کیا کہ وہ ان کی لمبی چوڑی عبارت سے صحابی کی وہ تعریف اخذ کرے جو فاضل محقق کے نزدیک صحیح ہے۔

صحابی کی جس تعریف کو جمہور اہل سنت نے اختیار کیا ہے اور جسے حدیث، اصول حدیث، فن جرح وتعدیل کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے، اسے تو موصوف نے چٹکیوں میں اڑادیا، اور اسے اہل سنت کا غلو قرار دیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

دوسری طرف اہل سنت نے غلو میں یہ نقطہ نظر وضع کرلیا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ ایک سکنڈ کے لئے بھی دیدار کرلیا، اور مسلمان ہونے کی حالت میں اس کی موت ہوئی اور وہ مرتد اور کافر ہوکر نہیں

مرا، وہ صحابی ہے، یہ تعریف نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، نہ خلفاء راشدین سے، نہ کسی صحابی سے، بعد کے دور میں یہ تعریف وضع کر لی گئی۔ (لفظ صحابی کے بارے میں غلط فہمیاں ۹)

حافظ عراقیؒ کا تعارف

حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی ۸۰۶ھ) حدیث اوراصول حدیث کے ممتاز ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں، اصول حدیث میں حافظ عراقی کا منظوم متن ''الفیۃ الحدیث'' بہت مشہور ہے، اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں، حافظ ابن حجرؒ کے مشہور شاگرد علامہ سخاویؒ (متوفی ۹۰۲) نے بھی ''فتح المغیث'' کے نام سے حافظ عراقی کی ''الفیہ'' کی مفصل شرح لکھی ہے، لطیفہ یہ ہے کہ ہمارے فاضل محقق نے ''فتح المغیث'' کا مصنف سخاوی کے بجائے عراقی کو قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ۱۲)

حافظ عراقیؒ کے شاگردوں میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جن کی امامت حدیث، اصول حدیث، علم جرح و تعدیل وغیرہ میں مسلم ہے، حافظ عراقیؒ نے اصول حدیث کی معروف ومتداول کتاب ''مقدمہ ابن الصلاح'' کی فاضلانہ شرح بھی لکھی ہے، جس کا نام ہے ''**التقیید والایضاح لما اطلق و اغلق من کتاب ابن الصلاح**''، یہ کتاب ڈاکٹر اسامہ ابن عبداللہ خیاط امام وخطیب مسجد حرام کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

حافظ عراقی کی تحقیق

حافظ ابن صلاح نے اپنی کتاب کی انتالیسویں نوع ''**معرفة الصحابة رضی اللہ عنهم أجمعین**'' کو قرار دے کر صحابی کی تعریف، صحابی کے مرتبہ ومقام اور اس سے

متعلق مباحث پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، انہوں نے لکھا ہے:

المعروف من طریقة أهل الحدیث أن کل مسلم رای رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فهو من الصحابة، قال البخاری فی صحیحه : من صحب النبی او راه من المسلمین فهو من أصحابه، محدثین کے یہاں مشہور یہی ہے کہ ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے وہ صحابہ میں سے ہے، امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے: جس مسلمان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی، یا آپ کی زیارت کی وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔

حافظ عراقی لکھتے ہیں کہ ابن صلاح نے جس تعریف کو مشہور قرار دیا ہے اس کے اندر وہ لوگ داخل نہیں ہوئے جنہوں نے کسی مانع کی وجہ سے (مثلاً نابینا ہونا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، جیسے ابن ام مکتومؓ، امام بخاریؒ نے جو تعریف ذکر فرمائی ہے اس میں اس طرح کے لوگ داخل ہیں ، لیکن جو نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان کی حالت میں حاضر ہوا، لیکن آپ کی صحبت میں نہیں رہا اور آپ کے پاس نہیں بیٹھا اس کے امام بخاری کی تعریف میں داخل ہونے میں اشکال ہے، لہٰذا صحابی کی تعریف میں ایسی عبارت جو اعتراض سے محفوظ ہو یہ ہے: **الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیه وسلم مسلما ثم مات علی الاسلام** ''، صحابی وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملا ہو، پھر اسلام پر اس کی وفات ہوئی ہو، تا کہ اس تعریف سے وہ لوگ نکل جائیں جو مرتد ہو گئے تھے، اور حالت کفر میں ان کی وفات ہوئی، مثلاً عبداللہ

بن خطل، ربیعہ بن امیہ وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو: التقیید والایضاح ۸۵۵ تا ۸۵۷)

امام بخاری اور شیخ علی بن مدینی کی رائے

امام بخاری نے صحابی کی مذکورہ بالا تعریف جس کو ابن صلاح نے نقل کیا ہے صحیح بخاری میں کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضائل اصحاب النبی میں بیان کی ہے، صحیح بخاری کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

وقد وجدت ماجزم به البخاری من تعریف الصحابی فی کلام شیخه علی بن المدینی ، فقرأت فی المستخرج لأبی القاسم بن منده بسنده الی أحمد بن سیار الحافظ المروزی ، قال سمعت أحمد بن عتیک یقول : قال علی بن المدینی : من صحب النبی أو راه ولو ساعة من نهار فهو من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم .

امام بخاری نے صحابی کی تعریف میں جزم کے ساتھ جو بات بیان فرمائی میں نے وہ بات امام بخاری کے شیخ علی بن مدینی کے کلام میں بھی پائی، میں نے ابوالقاسم ابن مندہ کی ''المستخرج'' میں پڑھا کہ انہوں نے حافظ احمد بن سیار مروزی تک اپنی سند ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حافظ مروزی نے فرمایا کہ میں نے احمد بن عتیک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علی بن مدینی نے فرمایا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، یا آپؐ کی زیارت کی خواہ دن کے کتنے ہی تھوڑے حصے میں ہو، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے

ہے۔ (فتح الباری ج ۷/ص ۴ و ۵)

صحابی رسول کی تعریف، ان کے مقام و مرتبہ ثبوت صحابیت کے ذرائع وغیرہ پر اصول حدیث کے مصنفین نے بہت تفصیل سے کلام کیا ہے، اور بڑی ہی دقیق بحثیں کی ہیں، اس موضوع پر یہ حضرات سرسری طور پر نہیں گذرے ہیں، اور صحابی کی تعریف کے بارے میں بعض دوسرے ضعیف اقوال کا ذکر کرنے کے بعد ان کی بھرپور تردید کی ہے، ''التقیید والایضاح'' میں معرفۃ الصحابہ کے موضوع پر حافظ عراقی کی بحث تقریبا نوے صفحات پر پھیلی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تحقیق

علوم اسلامیہ میں حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) کی امامت اور بلند مقام مسلم ہے، ان کی تفسیر قرآن معتبر ترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے، ان کا جمع کردہ احادیث وآثار کا مجموعہ جو شائع ہو چکا ہے، حدیث وعلوم حدیث میں ان کے بلند مقام کی نشاندہی کرتا ہے، البدایۃ والنہایۃ فن تاریخ میں ان کی عظیم ترین تصنیف ہے، اصول حدیث میں ان کی کتاب ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' علوم حدیث میں ان کی امامت ومہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کی تعریف کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ کر دیا جائے، فرماتے ہیں:

''صحابی وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی حالت میں دیکھا ہو، اگرچہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت میسر نہ آئی ہو، اور اس نے اللہ کے رسولؐ سے کوئی روایت نہ کی ہو، خلف وسلف کے جمہور علماء

کا یہی قول ہے۔

اس بات کی صراحت کہ محض رویت صحابی کا لفظ بولنے کے لئے کافی ہے، امام بخاریؒ، ابوزرعہؒ اور متعدد ان حضرات نے کی ہے جنہوں نے صحابہ کے ناموں کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں، مثلاً ابن عبدالبر، ابن مندہ، ابوموسیٰ مدینی، نیز ابن اثیر نے اپنی کتاب ''**اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ**'' میں اس کی صراحت کی ہے، اور یہ کتاب ان میں جامع ترین کثیر الفوائد اور وسیع تر ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی کو اجر عطا فرمائے، ابن صلاح نے فرمایا ہے کہ ابن عبدالبر نے مورخین وغیرہ کی کتابوں سے مشاجرات صحابہ کے بارے میں بہت سے باتیں لے کر اپنی کتاب ''**الاستیعاب**'' میں ان کا تذکرہ کر کے اپنی کتاب کو داغدار کر دیا ہے۔

کچھ اور لوگوں نے کہا ہے کہ صحابی کا لفظ بولے جانے کے لئے زیارت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک یا دو حدیثوں کی روایت کی ہو، سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ صحابی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو، یا آپ کے ساتھ ایک یا دو غزوے کئے ہوں، شعبہ نے موسیٰ سبزانی سے اس کی روایت کی ہے، اور اس کی تائید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اب کون باقی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اعراب میں سے کچھ لوگ باقی ہیں جنہوں نے آپ ؐ کی زیارت کی ہے، آپ ؐ کی صحبت پانے والا کوئی موجود نہیں، اس کی روایت مسلم میں ابوزرعہ کی موجودگی میں کی۔

اس سے صحبت خاصہ کی نفی ہوتی ہے، اس چیز کی نفی نہیں ہوتی جو جمہور کی اصطلاح قرار پائی ہے کہ محض رویت صحابی کا لفظ بولے جانے کے لئے کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے شرف اور جلالت قدر کی بنیاد پر اور جن مسلمانوں نے آپ ؐ کی زیارت کی ہے ان کی قدر شناسی کی بنیاد پر، اسی لئے حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے کہ تم لوگ غزوہ کرو گے تو کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس نے اللہ کے رسول ؐ کی زیارت کی ہے؟ تو لوگ کہیں گے کہ ہاں! تو تمہیں فتح نصیب ہوگی، اسی حدیث میں آگے ہے کہ تم میں کوئی ہے کہ جس نے اللہ کے رسول کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کی ہو۔

بعض حضرات نے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں فرمایا کہ حضرت معاویہ کا ایک دن جو انہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ گذارا، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے تمام گھر والوں سے بہتر ہے۔

صحابہ سب کے سب اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک عادل ہیں، کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف کی ہے، اور سنت نبوی ان کے تمام اخلاق واحوال کی مدح سرائی میں ناطق ہے، اسی طرح صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب جزیل اور جزاء جمیل کی امید میں جان و مال کی جو قربانیاں پیش کی ہیں اس کی بھی احادیث نبویہ میں تعریف کی گئی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ میں جو مشاجرات ہوئے ان میں سے بعض ارادے کے بغیر ہوئے، جیسے جمل کے دن اور بعض وہ ہیں جو اجتہاد کی بنیاد پر ہوئے، جیسے صفین کے دن، اور اجتہاد میں خطا وصواب دونوں کا

امکان ہوتا ہے، لیکن اجتہاد کرنے والا خطا ہونے کی صورت میں معذور ہوتا ہے اور اجر کا مستحق ہوتا ہے، اور جس کا اجتہاد صواب ہوتا ہے اسے دہرا اجر ملتا ہے، حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلے میں حق سے زیادہ قریب تھے۔

معتزلہ کا یہ قول کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں سوائے ان کے جنہوں نے حضرت علیؓ سے قتال کیا، یہ باطل، مردود اور گھٹیا قول ہے، صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علیؓ کے بارے میں جب کہ وہ آپؐ کے ساتھ ممبر پر تھے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ میرا بیٹا سردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

اس پیشین گوئی کا مصداق اس وقت ظاہر ہوا کہ جب حضرت حسن بن علیؓ نے اپنے والد حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ کے حق میں امارت سے دستبرداری اختیار کر لی اور سب لوگ حضرت معاویہؓ کی امارت پر متفق ہو گئے، اسے ''عام الجماعۃ'' (اجتماعیت کا سال) کے نام سے موسوم کیا گیا، یہ سن ۴۰ھ میں پیش آیا۔

مذکورہ بالا حدیث میں دونوں گروہوں کو مسلمان قرار دیا گیا، ایک اور آیت میں ارشاد ہے: **وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما** . (الحجرات ۹) اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں قتال کریں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔

اس آیت میں بھی آپس میں قتال کرنے کے باوجود دونوں گروہوں کو

مومن قرار دیا گیا ہے۔

حضرت معاویہؓ کے ساتھ صحابہ میں سے جو لوگ تھے اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ فریقین میں صرف سو (۱۰۰) صحابہ تھے - واللہ اعلم - اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہوئے ہیں، جہاں تک روافض کے مختلف گروہوں اور ان کے جہل اور کم عقلی کی بات ہے اور ان کے ان دعاوی کی بات ہے کہ ۱۷ اصحابہ کے علاوہ باقی سب صحابہ نعوذ باللہ کافر ہو گئے تھے اور ان ۱۷ کا نام بھی بتایا ہے، تو یہ بلا دلیل بکواس ہے، محض فاسد رائے ہے، جو کند ذہن اور ہواء نفس کی بنا پر قائم کی گئی ہے، یہ فاسد رائے تردید کے لائق بھی نہیں ہے، اور اس کے خلاف دلیلیں ظاہر و باہر ہیں، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ صحابہ نے آپؐ کے بعد بھی آپؐ کے احکام کی تعمیل فرمائی، علاقوں اور ملکوں کو فتح کیا، کتاب و سنت کی تبلیغ کی، لوگوں کو جنت کا راستہ بتایا، نماز زکوۃ اور مختلف قسم کے نیک کاموں کی ہمیشہ پابندی کی، اسی کے ساتھ ساتھ شجاعت و براعت، کرم و ایثار، اور ایسے اخلاق حسنہ سے آراستہ رہے جو پہلی قوموں میں سے کسی میں بھی نہیں پائے گئے، اور نہ ان کے بعد کوئی ان کے مثل ہو سکا، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور اس پر لعنت فرمائے جو سچے کو جھوٹا ثابت کرتا ہے، اور جھوٹوں کی تصدیق کرتا ہے، آمین یارب العلمین۔

(الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث حافظ ابن کثیر ص ۱۷۸ تا ۱۸۲)

حافظ سخاوی کی تحقیق

صحابی کی تعریف کے بارے میں فاضل محقق نے جن کتابوں سے حوالہ لئے ہیں ان میں سے ایک اہم ترین حوالہ فتح المغیث کا ہے، جس کو انہوں نے غلط فہمی کی بنیاد پر حافظ

عراقی کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ ''فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث'' حافظ سخاویؒ (م۹۰۲) کی گرانقدر تصنیف ہے، حافظ سخاوی حافظ ابن حجر کے مایہ ناز شاگرد ہیں، انہوں نے حافظ عراقی کی الفیۃ الحدیث کی بڑی عمدہ شرح لکھی ہے، انہوں نے بھی صحابی کی تعریف میں وہی موقف اختیار کیا ہے جو جمہور محدثین اور ماہرین اصول حدیث کا ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، یا آپ سے ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، حافظ سخاوی نے بہت تفصیل سے صحابی کی تعریف کے موضوع پر گفتگو فرمائی ہے، بعض شاذ اقوال بھی نقل کئے ہیں، اور ان کی پرزور تردید کی ہے، حیرت کی بات ہے کہ ہمارے فاضل محقق نے انہیں شاذ اقوال کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے، اور حافظ سخاوی نے صحابی کی جس تعریف کو ثابت کیا ہے اور اس کے دلائل فراہم کئے ہیں اسے سرے سے نظر انداز کر دیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خلاصہ بحث کے طور پر جو بات تحریر فرمائی ہے اسے یہاں ذکر کر دیا جائے، لکھتے ہیں:

وبالجملة فماقاله المازرى منتقد ، بل كل ما عدا المذهب الأول القائل بالتعميم باطل والأول هو الصحيح ، بل الصواب المعتبر و عليه الجمهور كماقال الآمدى وابن الحاجب يعنى من السلف والخلف ،زادالآمدى وهو المختار وحكى ابن عبدالبر فى الاستيعاب اجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنه والجماعة سواء من لم يلابس الفتن منهم أولابسه احسانا للظن بهم وحملاً لهم فى ذلك على الاجتهاد، فتلك أمور مبناها عليه وكل مجتهد مصيب أو المصيب واحد،والمخطى معذور بل مأجور .(فتح المغیث ۳۷۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مازری نے جو بات کہی اس پر نقد کیا گیا ہے، بلکہ پہلا مذہب جو صحابی کی تعریف کے عموم کا قائل ہے اس کے علاوہ جو بھی مذہب ہیں وہ باطل ہیں، اور پہلا مذہب ہی صحیح ہے، درست اور معتبر ہے، جمہور اسی پر ہیں جیسا کہ آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے، یعنی سلف وخلف میں سے جمہور اسی رائے پر ہیں، آمدی نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ یہی قول مختار ہے، اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں اہل حق مسلمانوں کا اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور اہل حق اہل السنہ والجماعہ ہے، سب صحابہ اس میں شامل ہیں، وہ بھی جو فتنوں سے بچے اور وہ بھی جو فتنوں میں مبتلا ہوئے، ان کے ساتھ حسن ظن کا حکم ہے، اور فتنہ میں پڑنے والوں کے رویے کو اجتہاد پر محمول کیا گیا ہے، چونکہ وہ معاملات اجتہادی تھے، اور ہر مجتہد صواب پر ہوتا ہے، یا پھر صواب پر ایک ہوتا ہے، اور خطا والا معذور ہوتا ہے، بلکہ مستحق اجر ہوتا ہے۔

نا قابل فہم بات

ہمارے لئے یہ بات نا قابل فہم ہے کہ صحابی کی وہ تعریف جو جمہور امت میں متفق علیہ رہی اور جس کو بنیاد بنا کر صحابہ کے حالات میں کتابیں لکھیں گئیں، ناقدین رجال نے جس بنیاد پر تمام صحابہ کو روایت حدیث میں جرح وتعدیل سے بلند تر قرار دیا ہے، اس تعریف کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے اور شاذ اقوال کے حوالہ سے اس کے خلاف محاذ کھڑا کرنے کا کیا محرک اور کیا مقصد ہے؟

کیا تمام اہل سنت غلو کا شکار ہو گئے؟

یہ کہنا کس قدر جسارت ہے اور کتنی بے اصل بات ہے کہ ''اہل سنت نے غلو میں یہ نقطہ نظر وضع کر لیا کہ جس نے حضور ﷺ کا ایک مرتبہ ایک سکنڈ کے لئے بھی دیدار کر لیا اور مسلمان ہونے کی حالت میں اس کی موت ہوئی اور وہ مرتد و کافر ہو کر نہیں مرا وہ صحابی ہے،

یہ تعریف نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، نہ خلفائے راشدین سے، نہ کسی صحابی سے، بعد کے دور میں یہ تعریف وضع کر لی گئی۔'' (لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں ص ۹)

گویا چودہ سو سال تک اہل السنہ والجماعہ اس غلو میں مبتلا رہے اور آج بھی ہیں، علی ابن مدینی، احمد بن حنبل، امام بخاری، حافظ عراقی، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر، حافظ ذہبی، حافظ سخاوی، امام سیوطی وغیرہ سارے ہی محدثین، فقہاء اور اصولیین اس غلو کا شکار رہے ہیں، صحابی کی غلط تعریف سمجھتے اور کرتے رہے ہیں، یہ فاضل محقق بھی تقریبا ساٹھ ترسٹھ سال کی عمر تک اسی غلو کا شکار رہے، یہی پڑھتے اور پڑھاتے رہے، اب اچانک صحابی کی کوئی نئی تعریف ان کے دل ودماغ پر وارد ہوئی ہے، جس کی واضح اور منضبط تعریف اب تک وہ نہیں کر پا رہے ہیں۔

حیرت انگیز بات

یہ جملہ جس قدر حیرت انگیز اور مضحکہ خیز ہے کہ ''یہ تعریف نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، نہ خلفائے راشدین سے، نہ کسی صحابی سے، بعد کے دور میں یہ تعریف وضع کر لی گئی۔''

سوال یہ ہے کہ صحابی کی تعریف کے نام پر جو شاذ اقوال آپ نقل کر رہے ہیں یا جو تعریف آپ کرنا چاہتے ہیں کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے یا کسی صحابی سے منقول ہے؟

اسے کس بنیاد پر تسلیم کر لیا جائے، اصطلاحات کو قبول کرنے کے لئے اس طرح کی شرط تمام ہی اصطلاحات کو باطل قرار دے گی، اور اصول حدیث، اصول فقہ کی ساری اصطلاحات کو باطل قرار دے گی، دور کیوں جایئے، اگر اصول حدیث کی مشہور ترین اصطلاحات حدیث صحیح، حدیث ضعیف، حدیث موضوع وغیرہ کے بارے میں اس طرح

کی شرط لگائی جائے تو انہیں آپ کہاں تک ثابت کر پائیں گے۔

فاضل محقق کے نزدیک صحابی کی منضبط تعریف کیا ہے؟

ایک اہم اور غور طلب سوال یہ ہے کہ فاضل محقق نے جمہور امت کی اختیار کردہ صحابی کی تعریف (جس نے حالت ایمان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی یا آپ سے ملاقات کی اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا) کو جب مسترد کر دیا تو خود ان کے یہاں صحابی کی منضبط تعریف کیا ہے؟

موصوف کا پورا رسالہ پڑھنے کے باوجود قاری کے لئے جاننا مشکل ہے کہ ان کے یہاں صحابی کی تعریف کیا ہے؟ انہوں نے صحابی کی تعریف میں بعض شاذ آراء نقل کی ہیں، کاش کہ انہوں نے انہیں شاذ آراء میں سے کسی رائے کو اختیار کر کے صراحت کر دی ہوتی کہ یہ تعریف میرے نزدیک صحیح اور معتبر ہے۔

جہاں تک ان کے زیر بحث رسالہ سے میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما تو ان کے نزدیک بلا شبہ صحابیت کے زمرے سے خارج ہیں، اسی طرح وہ تمام صحابہ جنہوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا اور ان کی طرف سے قتال کیا وہ تمام لوگ صحابہ کی حقیقی فہرست سے خارج ہیں، اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر اور اس کے بعد ایمان لانے والے حضرات صحابیت کے شرف وفضل سے محروم ہیں، خواہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے استفادہ کیا ہو اور کئی کئی غزوات میں شریک ہوئے ہوں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت کی ہو، فاضل محقق لکھتے ہیں:

> حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معتبر اور مقرب صحابہ کے مقامات، مراتب اور خصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے، متعدد حضرات کو جنت کی بشارت دی

ہے، دوسری طرف بہت سے لوگوں کو بغیر نام لئے اور کسی کسی کا نام لے کر مذمت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، ایک موقعہ پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، جومتعدد صحیح سندوں سے منقول ہے کہ ’’**ان عمارا تقتلہ الفئة الباغیة** ‘‘اس طرح آپ نے حضرت معاویہؓ اوران کے لشکر کے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں باغی ہونے کی صراحت کردی تھی، اورحضرت عمار حضرت علیؓ کے ایک لشکر کے کمانڈر تھے۔

(لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں، ص۴)

ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں:

دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پسندیدہ اصحاب کی خصوصیاست اورصفات بیان فرماتے ہیں کسی کو صدیقیت کی، کسی کو فاروقیت کی، کسی شرم کو حیااورغنی کی، کسی کو اہلیت قضا اور ولایت عامہ کی، کسی کو امانت کی، کسی کو قراءت کی، کسی کو میراث کی مہارت کی، کسی کو کسی بھی نوعیت کے فضل وکمال کی سند عطا فرماتے ہیں............

نئے مسلمان ہونے والے کتنی ہی خوبیوں کے مالک ہوں، ان کو صحابہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتے ہیں، اوران کو برا کہنے سے منع کرتے ہیں، خالد بن ولید ۸ھ میں اسلام لائے، یا ۷ھ کے اواخر میں ....صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کسی معاملہ میں جھگڑنے لگے، اورسخت الفاظ استعمال کرنے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتسبوا أصحابی ، فواللّٰہ لو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذھبا لم یبلغ مد أحدھم ولانصیفہ** ، بدری صحابہ اورحدیبیہ میں بیعت کرنے والے صحابہ کا خاص مقام بیان فرماتے ہیں، اورقرآن ان کو رضائے

الٰہی کی سند دیتا ہے، لیکن فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لانے والوں کو ’’طلقاء‘‘ کہا جاتا ہے، ان کی فضیلت زبان نبوت سے بیان نہیں کی گئی، امام اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں، کہ معاویہؓ کے فضائل کے بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں۔ (لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں، ص۸)

ان اقتباسات کا اگر خلاصہ نکالا جائے تو وہ یہ ہوگا کہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مخصوص صحابہ کے مقامات، مراتب اورخصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے، خاص طور سے وہ جنہیں جنت کی بشارت دی ہے، وہ لوگ فاضل محقق کے نزدیک زمرہ صحابہ میں شامل ہیں، اس کے برخلاف جن لوگوں کا مذمت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے خواہ نام لے کر یا بغیر نام کے وہ زمرہ صحابہ میں شامل نہیں، مذمت کی ایک مثال موصوف نے یہ درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’**ان عمارا تقتلہ الفئة الباغیة**‘‘، بے شک عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اس حدیث میں ان تمام لوگوں کی مذمت ہوئی جو جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ قتال میں شریک رہے، لہٰذا وہ تمام لوگ صحابہ کی فہرست میں شامل نہیں ہیں خواہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکڑوں بار زیارت کی ہو، آپؐ سے بار بار ملاقات کی ہو، اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کرتے رہے ہوں، اور ان کی حدیثیں صحاح میں درج ہوں۔

اس نظریہ کے مطابق حضرت معاویہؓ کے صحابی رسول ہونے کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا اورحضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر شرف صحابیت سے محروم ہوجاتے ہیں، اوران کے علاوہ کتنے اورحضرات جنہیں امت صحابی سمجھتی ہے ہے جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شریک ہونے کی غلطی کی بنا پر صحابیت کے شرف سے محروم ہوجاتے ہیں۔

کیا حضرت خالد بن ولیدؓ صحابی رسول نہیں؟

فاضل محقق کو حضرت خالد بن ولید کو زمرۂ صحابہ سے خارج کرنے میں خصوصی دلچسپی ہے، زبانِ رسالت سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں ''خالد سیف من سیوف اللہ'' (خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں) کی سند ملنے کے باوجود موصوف انہیں زمرہ صحابہ میں شامل کرنے پر آمادہ نہیں، موصوف لکھتے ہیں:

> ''لاتسبوا آپ نے ''اصطلاحی صحابی'' سے اصل صحابی کے بارے میں فرمایا تھا، خالدؓ آپ کے ان رفقاء میں نہیں تھے، جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ تھے، جنگ موتہ میں ان کے کارناموں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، **خالد سیف من سیوف اللہ**' ان کے اصل جوہر و ہنر کی تعریف کی، لیکن خالدؓ کو جب بنو جذیمہ کے علاقہ کی طرف بھیجا اور انہوں نے تحقیق کے بغیر ان کے قیدیوں کو قتل کر دیا، تو حضور اتنے ناراض ہوئے کہ اللہ کی بارگاہ میں خالد کے اس عمل سے پناہ مانگنے لگے، **اللّٰھم انی أبرا الیک مما صنع خالد**، اے اللہ! میں خالد کے عمل سے بری ہوں، بار بار اس کو دہرایا۔
>
> خالدؓ کو قبیلہ ہمدان کو دعوت دینے کے لئے یمن بھیجا وہ کامیاب نہیں ہوئے تو حضرت علیؓ کو بھیجا اور خالدؓ کو واپس آنے کا حکم دیا، حضرت علیؓ قبیلہ ہمدان کی دعوت میں کامیاب ہوئے۔ (لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں، ص ۸)

صحابہ کے خصوصی مقام کا انکار

امت مسلمہ نے ہر دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند سمجھا، ایک عام صحابی جس نے تھوڑی دیر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت کی آپ کے شرف صحبت سے مشرف ہوا اسے بڑے سے بڑے تابعین، ائمہ محدثین اور فقہاء سے بلند مرتبہ قرار دیا، امت مسلمہ کے محدثین فن نقد و جرح کے ائمہ نے یہ اصول طے کر لیا کہ ''**الصحابة کلھم عدول**'' صحابہ سب کے سب عادل ہیں، لہٰذا صحابی پر جرح و تعدیل نہیں ہوگی، جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ کوئی راوی حدیث صحابی رسول ہے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اور نقد و جرح کے اصول اس پر لاگو نہیں ہوں گے، لیکن فاضل محقق غالباً اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ صحابہ کرام کو کوئی خصوصی مقام دیا جائے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> دوسری ایک غلط فہمی اس ''لاتسبوا'' والی حدیث سے پیدا ہوئی کہ جسے اس عمومی اصطلاحی معنی میں صحابی کہہ دیا گیا، اس کی برائی اور اس کے غلط عمل کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے، یہ خطرناک دینی تحریف ہے،، اور قرآن کی آیات اور احادیث نبوی کے بالکل خلاف ہے، حدیث صحیح میں فرمایا گیا: ''**سباب المسلم فسوق**'' مسلمان پر سب و شتم فسق ہے،، صحابہ اور عام مسلمانوں میں ''سب'' کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا: ''**لاتسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ**'' یہاں کافروں اور مشرکوں کے خداؤں اور دیوتاؤں اور دیویوں کے سب و شتم سے بھی منع کیا گیا، سب و شتم کیا ہے، وہ بیہودہ گوئی ہے، حقیقت کا بیان سب و شتم نہیں کہلاتا رجال کی کتابیں راویوں کی کمزوریوں، غلط بیانیوں، دروغ گوئیوں کے تذکرہ سے بھری ہوئی ہیں، امام مالک کا مشہور قول ہے کہ مدینہ منورہ میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جن سے بارش کے لئے دعا کرائی جائے، لیکن ان سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ روایت کے اہل نہیں ہیں، لہٰذا صرف صحابہ کے لئے ہی نہیں کسی بھی مسلمان کے لئے سب و شتم

درست نہیں، لیکن جس کا بھی کوئی غلط عمل ہے، اس کو بیان کرنا سب وشتم نہیں ہے۔..................

کسی بھی شخص کے بارے میں فیصلہ قرآنی آیات کی روشنی میں ہوگا، غلط غلط ہے، کسے سے بھی سرزد ہو، حق حق ہے، کوئی بھی صاحب حق ہو، یہ عالمی دائمی اور ابدی اصول ہیں، جو ''صحابہ'' کی وضع کردہ اصطلاح سے کبھی نہیں بدلے گئے۔

(لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں، ص۱۳و۱۴)

انشاءاللہ تعالیٰ حدیث ''**لاتسبوا أصحابی**'' کے پس منظر اور معنی ومطلب کے بارے میں کچھ تفصیل سے آئندہ لکھا جائے، اور اس حدیث کے حوالہ سے جو غلط مبحث فاضل محقق نے کرنے کی کوشش کی ہے، اسے دور کیا جائے گا، لیکن موصوف کو یہاں پر خود اس کی وضاحت کر دینی چاہئے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو سب و شتم کرنے سے کیوں منع فرمایا، جب کہ کسی بھی مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے، اور معبودان باطل تک کو سب کو شتم کرنا ممنوع ہے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''**لاتسبوا اصحابی، فوالذی نفسی بیدہ لو أن أحدکم انفق مثل احد ذھباماأدرک مد أحدھم ولانصیفھم**''، صحیح بخاری وصحیح مسلم اور حدیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے، اور اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، صحابہ رسول کی کو جو خصوصی اہمیت ومقام حاصل ہے اس پر استدلال کرنے کے لئے محدثین فقہاء اور متکلمین نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے، اس حدیث سے تمام صحابہ کے مرتبہ ومقام پر استدلال کرنے کے بارے میں جو اشکال آج کیا جارہا ہے اس کا جواب ائمہ حدیث وفقہ نے بہت پہلے ہی دے دیا ہے، حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم عراقی (متوفی ۸۰۶) نے اپنی کتاب ''**التقیید والایضاح**'' میں لکھا ہے:

حافظ عراقی کی ایک وضاحت

حافظ ابن صلاح نے **لاتسبوا اصحابی** سے جو استدلال کیا ہے اس پر ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہی، جب ان میں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ کہا سنی ہوگئی، یعنی اس حدیث میں اصحابی سے صحبت خاصہ مراد ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا کوئی خاص سبب ہونے اور کسی معین شخص کے بارے میں آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو شامل نہ ہو، بلاشبہ حضرت خالدؓ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں، اور ان کو برا بھلا کہنا ممنوع ہے، ہاں صحبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، لہٰذا ارشاد نبوی میں لاتسبوا کے الفاظ میں جو عموم ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، اور جب ایک صحابی کو دوسرے صحابی کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا تو غیر صحابی تو اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے صحابی کو سب وشتم کرنے سے روکا جائے۔ (التقیید والایضاح، ۲/۸۹۴، ۸۹۵)

مشاجرات صحابہ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کا موقف

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

واتفق أھل السنه علی وجوب منع الطعن علی أحد من الصحابة بسبب ماوقع لھم من ذلک و لوعرف المحق منھم لانھم لم یقاتلوا فی تلک الحروب الا عن اجتھاد وقد عفا اللّٰہ تعالیٰ عن المخطی فی الاجتھاد بل ثبت انہ یؤجر اجراً واحداً وان المصیب یؤجر اجرین. (فتح الباری ۱۳/۳۴)

اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ان کی وجہ سے کسی پر طعن کرنا ممنوع ہے، اگر چہ یہ جان لیا جائے کہ ان میں سے حق پر کون تھا، چونکہ صحابہ نے وہ جنگیں اجتہاد کی بنیاد پر کیں اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو معاف کیا ہے، جس سے اجتہاد میں خطا ہو جائے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ اس کو ایک اجر ملے گا اور درست اجتہاد کرنے والا دوہرے اجر کا مستحق ہوگا۔

مشہور مالکی فقیہ ابن ابی زید قیروانی نے اپنی کتاب الرسالہ کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے:

وان لا يذكر احد من صحابة الرسوال صلى الله عليه وسلم الا باحسن ذكر والامساك عما شجر بينهم وانهم احق الناس ان يلتمس لهم احسن المخارج و يظن بهم احسن المذاهب .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کا ذکر بہتر سے بہتر طریقہ ہی سے کیا جائے اور ان کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ان سے زبان کو روکا جائے، صحابہ تمام لوگوں میں اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے لئے بہترین عذر تلاش کیا جائے، اور ان کے بارے میں بہتر سے بہتر گمان قائم کیا جائے۔

امام طحاویؒ کی صراحت

امام طحاویؒ عقیدۃ طحاویہ میں لکھتے ہیں:

ونحب اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ، ولانفرط فى حب احد منهم ، ولانتبرأ من احد منهم،و نبغض من يبغضهم ، بغير الخير يذكرهم، ولانذكرهم الا بخير وحبهم

دين وايمان واحسان وبغضهم كفر و نفاق و طغيان .(العقيدة الطحاویہ ص ۲۹ دار ابن حزم)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں، اور ان میں سے کسی کی محبت میں کوتاہی نہیں کرتے، اور نہ ان میں سے کسی سے براءت کرتے ہیں اور اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتا ہے، اور خیر کے علاوہ کے ساتھ ان کا ذکر کرتا ہے، ہم ان کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتے ہیں، ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض کفر، نفاق اور طغیان ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نصیحت

مشاجرات صحابہ کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول لوح دل پر لکھنے کے لائق ہے: ’’**تلك دماء طهر الله منها سيوفنا، فلا نخضب بها السنتنا**‘‘ یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ نے ہماری تلواروں کو پاک رکھا تو ہم ان سے اپنی زبانوں کو ملوث نہیں کریں گے۔ (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، حافظ سخاوی ص ۳۷۸)

شان صحابہ میں کسی طرح کی تنقیص زندقہ ہے

خطیب بغدادی نے اپنی مشہور کتاب کفایہ علم الروایہ میں امام ابوزرعہ رازیؒ سے نقل کیا ہے:

اذا رايت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق؛لان الرسول صلى الله عليه وسلم عندنا حق، والقرآن حق، وانما ادى الينا هذاالقرآن والسنن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وانما

یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنة ، والجرح بھم اولی ، فھم زنادقه.

(الکفایۃ فی علم الروایۃ خطیب بغدادی، ص ۴۹، ط کتب علمیہ ۱۴۰۹)

جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ کسی صحابی رسول کی توہین کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک برحق ہیں، اور قرآن حق ہے، اور ہم تک یہ قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ذریعہ پہنچی ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کردیں تاکہ کتاب وسنت کو باطل کرسکیں، اور خود ان کو مجروح کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ زندیق ہیں۔

خدارا! امت کو انتشار سے بچایئے

یہ حادثہ بار بار پیش آیا ہے کہ تحقیق اور اظہار حقیقت کے نام پر مشاجرات صحابہ کے موضوع کو بعض حضرات نے اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ سلامتی کے ساتھ لوگ اس موضوع سے گذر گئے ہوں، امت مسلمہ آپس کی لڑائیوں اور سنگین اختلاف سے زار ونزار ہے، اس کی وحدت اور قوت پارہ پارہ ہوچکی ہے، موجودہ نزاعات واختلافات ہی کیا کم ہیں کہ ہم ماضی کے اختلافات ومشاجرات کو چھیڑ کر امت کی بدحالی وانتشار میں اضافہ کریں، اور صحابہ کرامؓ تک کے تقدس کو پامال کریں، کاش کہ ہم قرآن کریم کی اسی آیت پر عمل کرلیں: ''**تلک امة قد خلت لها ما کسبت ،و لکم ما کسبتم ، ولا تسئلون عما کانوا یعملون** '' (البقرہ:۱۳۴)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمومی ارشاد بھی ہمارے لئے بہترین مشعل راہ ہے: **اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم** .(الحدیث) اپنے گذرے

ہوئے لوگوں کے محاسن ذکر کرو اور ان کی برائیوں سے زبانیں روکو۔

چند سوالات

فاضل محقق نے ابھی حال میں تین رسالے شائع کئے ہیں، ایک رسالہ ''صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں'' کے عنوان سے، دوسرا رسالہ ''شیعیت، سنیت، ناصبیت'' کے نام سے ہے، تیسرا رسالہ ''کربلا میں کیا ہوا کیوں ہوا'' کے عنوان سے۔

ہماری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ موجودہ حالات میں ان نزاعی مباحث کو زندہ کرنے کا مقصد کیا ہے، امت جس انتشار وافتراق میں مبتلا ہے اور جن داخلی وخارجی خطرات سے گھری ہوئی ہے، اس میں ان مباحث کو زندہ کرنے اور سوتے ہوئے فتنوں کو بیدار کرنے کا کیا مقصد کیا ہے،؟

اظہار حقیقت وتحقیق کے نام پر امت میں نزاع وانتشار برپا کرنا کسی طرح روا نہیں ہے، لیکن ان رسائل کو پڑھ کر کچھ سوالات ذہن میں ابھرے انہیں اختصار کے ساتھ قلمبند کررہا ہوں، اگر فاضل محقق نے سنجیدگی اور علمی متانت کے ساتھ ان سوالوں کے جوابات دیئے اور ان پر ٹھنڈے دل ودماغ سے غور فرمایا تو شاید اختلافات کو ختم کرنے یا اسے کم سے کم کرنے میں کامیابی نصیب ہوگی۔

(۱) مختصر الفاظ میں فاضل محقق کے نزدیک ''صحابی رسول'' کی تعریف کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ جمہور محدثین اور جمہور امت کی تعریف کو مسترد کردینا ہی کافی نہ ہوگا، اسی طرح صحابی کی تعریف میں اقوال شاذہ کا ذکر بھی کافی نہ ہوگا، بلکہ کوئی منضبط تعریف کرنی ہوگی، یا انہیں اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرنا ہوگا۔

فاضل محقق کے ظاہر کلام سے ایسا لگتا ہے ہے کہ جو لوگ فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد ایمان لائے وہ صحابی نہیں ہیں، اور جو لوگ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے وہ صحابی

ہیں، حضرت خالد بن ولیدؓ کو انہوں نے زمرہ صحابیت سے نکالنے کی کوشش کی ہے، جب کہ وہ فتح مکہ سے قبل ۸ھ میں اسلام لائے، اور تقریباً تین سال تک انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی، صحابی کی تعریف کے ذیل میں فاضل محقق کو اس نکتہ کی وضاحت کرنی ہوگی۔

(۲) فاضل محقق نے لکھا ہے:

''بعد کے دور میں جب امت میں خلافت راشدہ اور ملوکیت میں اختلاف پیش آیا تو علیؓ کے مقابلہ میں معاویہؓ کھڑے ہوگئے، تو اختلاف نے دونوں حلقوں میں غلو و تشدد اور افراط و تفریط کو پیدا کر دیا، رافضی شیعوں نے ضد، ردعمل اور فتنہ پروری میں چار پانچ صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہ کو مرتد قرار دیا، ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کو بھی نہیں چھوڑا، نتیجتاً پوری امت نے ان کی گمراہی کا فیصلہ کیا۔

....

دوسری طرف اہلسنت نے غلو میں یہ نقطۂ نظر وضع کر لیا کہ جس نے حضور صلی اللہ کا ایک مرتبہ ایک سکنڈ کے لئے بھی دیدار کر لیا، اور مسلمان ہونے کی حالت میں اس کی موت ہوئی، اور وہ معتد و کافر ہو کر نہیں مرا وہ صحابی ہے..........(لفظ صحابی کے بارے میں غلط فہمیاں ص ۹)

اس اقتباس کے تعلق سے ایک سوال تو یہ ہے کہ صحابی کی جس تعریف کو فاضل محقق نے اہلسنت کا غلو قرار دیا ہے، یہ تعریف امام بخاری، علی بن مدینی، حافظ ابن کثیر حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن صلاح، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ سخاوی، جلال الدین سیوطی وغیرہ سب نے اختیار کی ہے، اور پوری امت نے اسے قبول کیا، آج کسی عام مسلمان سے صحابی کی تعریف پوچھی جائے تو یہی جواب دے گا، اس تعریف کو اہلسنت کا غلو قرار دینا کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے، اور کون اسے قبول کرے گا۔

سوال یہ ہے کہ رافضی شیعوں کو تو آپ راہ راست پر لا نہیں سکتے، اور اہلسنت کے متفقہ موقف کو غلو قرار دے کر اگر آپ کوئی دوسرا نظریہ پیش کرتے ہیں، اور آپ کے زور خطابت اور زور قلم سے متاثر ہو کر کچھ لوگ اسے اختیار کر لیتے ہیں تو امت میں ایک نئے فرقہ کی داغ بیل پڑ جائے گی، دین کی کوئی خدمت تو نہ ہوگی۔

(۳) فاضل محقق کو یہ شکایت ہے کہ اہلسنت میں ناصبیت بڑھ رہی ہے، اور اہلبیت سے محبت میں بہت کمی آرہی ہے، ان کا یہ تجزیہ محل نظر ہے، مشاجرات صحابہ کے بارے میں جمہور اہلسنت کا موقف یہی ہے کہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، زیادہ تحقیق و تدقیق کرنے میں بعض صحابہ سے بدگمانی ہونے لگتی ہے، ہاں اتنی بات اہلسنت کے یہاں طے ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان میں حضرت علیؓ برحق تھے، حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہوئی، انہوں نے یا تو یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی ہے، یا خلافت کا انعقاد ماننے کے باوجود وہ اس پر مصر رہے کہ پہلے حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کا بدلہ لیا جائے، قاتلان عثمان پر قصاص جاری کیا جائے، اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، بہرحال ان کی یہ غلطی اجتہادی غلطی تھی، اور بلاشبہ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے۔

حضرت حسینؓ کے ساتھ جو صورت حال پیش آئی اور انہیں ظلماً شہید کیا گیا اس معاملہ میں پوری امت کی ہمدردی حضرت حسینؓ کے ساتھ ہے، ان کی عظمت واحترام دلوں میں ہے، یہ الگ بات ہے کہ شیعوں کی طرح وہ ہر سال محرم میں گریہ و ماتم نہیں کرتے، تعزیہ نہیں نکالتے، سبیلیں نہیں لگاتے، دین میں ان چیزوں کا حکم نہیں دیا گیا، اگر کسی کی مظلومانہ شہادت اس طرح کے کاموں کا جواز پیدا کرتی تو وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت تھی۔

حضرت حسینؓ نے جب اخیر میں یہ پیشکش کر دی تھی کہ مجھے کسی اسلامی سرحد پر

جانے دو جہاں میں جہاد کروں، یا مدینہ جانے دو، یا یزید کے پاس بھیج دو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں، ان کی سب باتوں کو مسترد کرتے ہوئے ظالموں نے ان کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا، یہ اقدام انتہائی ظالمانہ اور شرمناک اقدام تھا، حضرت حسینؓ نے جامِ شہادت نوش کیا اور بلندترین مرتبہ پر فائز ہوئے، یزید کے بارے میں اہل سنت میں دو طرز عمل رہے، ایک جماعت اس پر لعنت کرتی ہے اور اس سے براءت کا اظہار کرتی ہے، دوسری جماعت خاموشی اختیار کرتی ہے، اور اس کے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کرتی ہے کہ اگر اس کے حکم اور اس کی رضا مندی سے شہادت حسین کی پوری کارروائی ہوئی تو بلاشبہ وہ مجرم اور گنہگار رہے، اور اگر اس کی رضا مندی سے یہ ساری کارروائی نہیں ہوئی، اس کے کارندوں نے اس کے حکم واجازت کے بغیر یہ ساری کارروائیاں کیں تو یزید قتل حسین کے جرم سے بری ہے، اہلسنت کا ایک بڑا طبقہ ہمیشہ سے اسی روش پر رہا ہے، اگر اس کو ناصبیت کہا جائے تو بلاشبہ اہلسنت میں ناصبیوں کی بھی خاصی بڑی تعداد ہے۔

فاضل محقق نے اپنے رسالہ ''شیعیت، سنیت، ناصبیت'' میں علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن کے حوالہ سے ابن صلاح کا ایک قول نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا ہے، اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

قال ابن الصلاح: فی یزید ثلاث فرق، فرقة تحبه، وفرقة تسبه، وفرقة متوسطة لاتتولاه ولاتلعنه، قال وهذه الفرقة هی المصیبة. (ج۶/ص۸)

ترجمہ: ابن الصلاح نے کہا ہے: یزید کے بارے میں تین گروہ ہیں، ایک فرقہ اس سے محبت کرتا ہے، ایک اس کو گالی دیتا ہے، اور ایک درمیانی گروہ ہے جو نہ اس سے تعلق رکھتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہی گروہ

درست ہے۔ (شیعیت، سنیت، ناصبیت، ۲۵)

فاضل محقق سے درخواست ہے کہ ابن صلاح نے جس گروہ کے بارے میں ''**هذه هی المصیبة**'' (یہی گروہ درست ہے) کہا ہے کیا ان کے نزدیک یہ گروہ بھی ناصبیوں میں شامل ہے؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو انہیں اطمینان رکھنا چاہئے کہ الحمدللہ جمہور اہل سنت ناصبیت سے محفوظ ہیں، اہل سنت میں ناصبیوں کی تعداد بہت محدود ہے، ان کے خلاف اتنا بڑا محاذ قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) فاضل محقق نے تحریر فرمایا ہے:

آپ اہل بیت کو قرآن پاک کے ساتھ حجت قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں: **ترکت فیکم امرین، ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا، کتاب الله و عترتی؛ اهل بیتی.** (دیکھئے بیہقی: ۶۷۴۵، طبرانی حدیث: ۴۹۶۹)

(لفظ صحابی کے بارے میں غلط فہمیاں ص ۷)

چند صفحات کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ وعترتی کی صحیح متواتر حدیث کے مطابق اور قرآنی و حدیثی اصولوں کے مطابق جو اہلبیت سے وابستہ رہے گا اسے نجات نصیب ہوگی، وہ گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ (لفظ صحابی کے بارے میں غلط فہمیاں ص ۱۵)

اس سلسلے میں بڑا بنیادی سوال یہ ہے کہ اہلبیت کے حجت ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا قرآن وحدیث کی طرح اہلبیت بھی شرعی حجت ہیں؟ بہت سے روایات میں ''**کتاب الله و سنتی**'' ہے، کتاب وسنت کا ماخذ دین ہونا اور دین میں حجت ہونا اتفاقی مسئلہ ہے، لیکن اہلبیت کا حجت ہونا بہت تحقیق طلب ہے، اور ان کے حجت ہونے سے کیا مراد ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ کتاب اللہ وعترتی والی حدیث کو کیا ہم حدیث متواتر قرار دے سکتے ہیں؟ اس کی بھی تحقیق فرما دیں تو مفید ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''**لاتسبوا اصحابی**'' کے اولین مخاطب چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ان کی کچھ کہا سنی ہوگئی تھی، اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو مخاطب فرماتے ہوئے ''**لاتسبوا اصحابی**'' فرمایا، اس کی بنا پر فاضل محقق کی یہ قطعی رائے ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ زمرۂ صحابیت سے خارج ہیں، انہیں اگرچہ محدثین نے اپنے اصطلاحی صحابی کی فہرست میں رکھا ہے، لیکن وہ حقیقی صحابی نہیں ہیں، موصوف نے لکھا:

> ''لاتسبوا'' آپؐ نے ''اصطلاحی صحابی'' سے اصل صحابی کے بارے میں فرمایا تھا، خالد آپؐ کے ان رفقاء میں نہیں تھے جن میں ابوبکرؓ وعمرؓ عثمانؓ وعلیؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ وغیرہ تھے۔ (لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں، ص۸)

حضرت خالد بن ولیدؓ پر فاضل محقق نے مزید جو فرد جرم عائد کی ہے اس کی وضاحت بھی انشاء اللہ آئندہ سطروں میں آئے گی، لیکن اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' سے حضرت خالد بن ولید کے حالات وفضائل اختصار کے ساتھ لکھ دئے جائیں:

خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ، اللہ تعالیٰ کی تلوار، اسلام کے شہسوار، معرکوں کے شیر، مجاہدین کے قائد ابوسلیمان قریشی مخزومی مکی تھے، ام المومنین میمونہ بنت الحارث کے بھانجہ تھے، صفر ۸ھ میں اسلام قبول کرکے ہجرت کی، پھر غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ موتہ میں شریک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تینوں امراء (آپ کے

آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ، آپ کے چچا زاد بھائی جعفر ذوالجناحین اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم) شہید ہوگئے، اور لشکر بغیر امیر کے ہوگیا، تو فوری طور پر فوج کی کمان حضرت خالد بن ولید نے سنبھالی، پرچم بلند کیا اور دشمن پر حملہ آور ہوئے، اللہ نے کامیابی عطا فرمائی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ کا خطاب دیا اور فرمایا: ''**ان خالدا سیف سلہ اللّٰہ علی المشرکین**'' (بے شک خالد تلوار ہیں، جسے اللہ نے مشرکین کے خلاف استعمال کیا ہے)۔

حضرت خالد فتح مکہ اور غزوہ حنین میں بھی شامل ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں امارت نصیب ہوئی، انہوں نے اپنی زرہیں اور خود اللہ کی راہ میں وقف کردیں، مرتدین اور مسیلمہ کذاب سے جنگ کی، عراق پر حملہ کیا اور غالب آئے، پھر اپنے لشکر کے ساتھ ۵ راتوں میں عراق سے شام تک کا بے آب وگیاہ بیابان کا سفر طے کیا، اور شام کی جنگوں میں حصہ لیا، ان کے جسم کا کوئی ایک بالشت حصہ بھی شہداء کی نشانیوں سے خالی نہیں تھا، ان کے مناقب بہت ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں چیف کمانڈر مقرر کیا، انہوں نے دمشق کا محاصرہ کیا، انہوں نے اور حضرت ابوعبیدہ نے مل کر دمشق کو فتح کیا، ساٹھ سال عمر پائی، ۲۱ھ میں حمص میں وفات ہوئی، ان کی قبر اب بھی وہاں موجود ہے، لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ان سے ان کے خالہ زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس، قیس بن ابی حازم، مقدام بن معدیکرب وغیرہم نے روایت کی ہے، ان سے کچھ احادیث مروی ہیں، انہیں غسل دینے والے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے غسل دیتے وقت ان کے لباس کے نیچے دیکھا تو کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں تلوار کی مار یا نیزے کا زخم یا تیر کا زخم نہ ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین کے قتال کے لئے حضرت خالد بن ولید کو فوج کا

امیر بنایا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، جنہیں اللہ نے کفار اور منافقین پر مسلط کیا ہے، اس حدیث کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین! کاش آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کردیں؟ فرمایا کہ اگر میں ابوعبیدہ کو پاتا تو انہیں حاکم مقرر کرتا، پھر اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا، اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتے کہ ابوعبیدہ کو خلیفہ کیوں بنایا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے بندے اور آپ کے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر امت کا کوئی نہ کوئی امین ہوتا ہے، اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ہیں، اور اگر میں خالد بن ولید کو پاتا تو انہیں حاکم مقرر کرتا اس کے بعد اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرتا کہ میں نے آپ کے بندے اور آپ کے خلیل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، جنہیں اللہ نے مشرکین پر مسلط کیا ہے۔

جب حضرت خالد کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ میں نے جہاں جہاں ممکن ہوا شہادت کی تلاش کی، لیکن میرے لئے یہی مقدر تھا کہ میں اپنے بستر پر مروں، اور توحید کے بعد میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس سے میں زیادہ ثواب کی امید رکھوں اس رات کے مقابلہ میں جو میں نے اس حال میں گذاری کہ میں زرہ پہنے ہوئے تھا، اور آسمان سے تیز بارش مجھے بھگو رہی تھی، صبح کے انتظار میں تھا تاکہ کفار پر حملہ کروں، پھر فرمایا: جب میرا انتقال ہوجائے تو دیکھو میرے پاس کیا ہتھیار اور گھوڑے ہیں، انہیں جہاد کے لئے وقف کردو۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱/ ۳۶۶ تا ۳۸۳)

حضرت خالد بن ولید طلقاء میں سے نہیں تھے جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے ہوں، انہوں نے اسلام قبول کرکے صفر سب ۸ ہجری میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،

اس کے بعد تمام غزوات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، غزوہ موتہ میں ان کا کارنامہ اتنا عظیم تھا کہ زبان رسالت نے انھیں سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔

فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں بھی ان کی بھرپور شرکت رہی، مرتدین کے ساتھ قتال میں اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وصحبت میں تین سال گذارنا عہد نبوی کے متعدد غزوات میں ان کی شرکت اور جنگی مہارت وشجاعت، ان کے غیر معمولی کارنامے یہ سب چیزیں بھی فاضل محقق کے نزدیک انہیں حقیقی صحابی نہ بنا سکیں، اور وہ اصطلاحی صحابی بن کر رہ گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دور صدیقی اور دور فاروقی میں انہوں نے جو جنگی کارنامے انجام دئے، اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے معزولی کے فیصلے کے بعد ان کا جو قابل رشک ایمانی رویہ رہا وہ تاریخ اسلام کے صفحات پر روشن حروف میں درج ہے، ان سب کے باوجود ان کی ایک اجتہادی غلطی جس پر اللہ کے رسول نے تنبیہ فرمائی اور اس سے براءت کا اظہار کیا، اس کو بہانا بنا کر ان کا قد پست کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(اس مضمون کی ساری معلومات سیر اعلام النبلاء للذہبی تذکرہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے لی گئی ہے۔)

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما صحابہ رسول کی فہرست میں اپنا عظیم مرتبہ ومقام رکھتے ہیں، امام ذہبی نے ''امیر المومنین، مَلِکُ الاسلام'' کے خطاب سے ان کا تذکرہ شروع کیا ہے، ان کے قبول اسلام کے بارے میں امام ذہبی نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ وہ اپنے والد سے پہلے عمرۃ القضاء کے وقت اسلام لے آئے تھے، لیکن اپنے والد کے خوف سے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی، فتح مکہ کے دن ہی ان کا مسلمان ہونا لوگوں پر ظاہر ہوا انہوں نے احادیث نبویہ کی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیز اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والے صحابہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عبداللہ بن زبیر- رضی اللہ عنہم - کے نام آتے ہیں، بہت سے تابعین نے اس سے روایت حدیث کی ہے۔

ابن سعد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہؓ کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ جب حدیبیہ کا سال تھا اور اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے سے روکا اور صلح حدیبیہ ہوئی اسی وقت میرے دل میں اسلام داخل ہو چکا تھا، میں نے اپنی والدہ سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے باپ کی مخالفت نہ کرو، چنانچہ میں نے اپنا اسلام چھپایا، خدا کی قسم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو میں آپؐ کی تصدیق کرنے والا تھا، اور عمرۃ القضاء کے سال جب آپؐ مکہ تشریف لائے تو میں مسلمان تھا، حضرت ابوسفیان کو میرے اسلام لانے کا علم ہو چکا تھا انہوں نے مجھ سے ایک دن کہا کہ تمہارا بھائی تم سے بہتر ہے، وہ میرے مذہب پر ہے، تو میں نے کہا کہ میں اپنے کو ایک بڑے خیر سے محروم نہیں کرسکتا، فتح

مکہ کے دن میں نے اپنا اسلام ظاہر کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوش آمدید کہا اور میں نے آپؐ کے لئے لکھا۔

حافظ ذہبی نے واقدی کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد اس سے جو استدلال کیا ہے، اس کو نقل کرنا یہاں مناسب ہے۔

''واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ دیا، میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ واقدی یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت معاویہؓ جیسا کہ نقل کیا گیا قدیم الاسلام تھے، ان کی تالیف قلب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں یہ مال دیں گے، اور اگر ان کو اتنا دیا ہوتا تو فاطمہ بنت قیس کو ان کی جانب سے پیغام نکاح دیئے جانے کے موقع پر آپؐ یہ کیوں فرماتے کہ: **اما معاویہ فصعلوک ، لا مال لہ** ،(جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے وہ تو فاقہ مست ہیں، ان کے پاس مال نہیں)۔''

ابوعوانہ ابوحمزہ سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا کہ معاویہ کو بلا لاؤ، حضرت معاویہؓ وحی لکھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو مختلف دعائیں بھی دی ہیں، عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: ''**اللّٰھم علم معاویۃ الکتاب والحساب، وقہ العذاب**'' اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا دیجئے، اور اسے عذاب سے محفوظ رکھئے۔

اسی طرح کی دعا دینے کی روایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ

سے بھی مروی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: **اللّٰھم اجعلہ ھادیا مھدیا، واھدبہ واھدہ،** اے اللہ! انہیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنایئے، ان کے ذریعہ ہدایت دیجئے اور ان کو ہدایت دیجئے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کو پورے ملک شام کا حاکم مقرر کیا اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے بھی انہیں اس عہدہ پر باقی رکھا۔

خلیفہ ابن خیاط کی مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد امام ذہبی نے لکھا ہے: میں کہتا ہوں تمہارے لئے اتنا کافی ہے ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں پورے ملک شام کا امیر بنایا اور حضرت عثمان نے انہیں اس عہدہ پر باقی رکھا، جب کہ وہ ایسا ملک تھا جو دارالاسلام کی سرحد پر تھا، اور حضرت معاویہؓ نے اس ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا، لوگوں کو اپنی سخاوت و بردباری کی وجہ سے خوش رکھا، اگر بعض لوگوں کو کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہو تو مَلِک (بادشاہ) ایسے ہی ہوتے ہیں، اگرچہ دوسرے صحابہ جو ان سے بہت بہتر بہت افضل اور زیادہ صالح تھے موجود تھے، اس شخص نے اپنی کمال عقل، حد درجہ بردباری، کشادہ قلبی، غیر معمولی ذہانت وفطانت اور اصابت رائے کی وجہ سے پورے عالم اسلام پر حکمرانی کی، ان کی کچھ کمزوریاں بھی تھیں، لیکن اپنی رعایا میں وہ پسندیدہ تھے، بیس سال تک شام کے حاکم رہے اور بیس سال تک خلیفۃ المسلمین رہے، ان کی مملکت میں کسی نے ان کی ہجو نہیں کی، تمام قومیں ان کی تابع فرمان ہوئیں، انہوں نے عرب وعجم پر حکومت کی، ان کی حکمرانی حرمین، مصر، شام، عراق خراسان، فارس، الجزیرہ، یمن مغرب وغیرہ پر رہی، ان کے دور میں اسلامی مملکت کا دائرہ بہت وسیع ہوا، خلافت اسلامیہ کا رقبہ دو چند ہو گیا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہیکہ حافظ ذہبی کی ایک عبارت طویل ہونے کے باوجود یہاں نقل کردی جائے اور اس کا ترجمہ کردیا جائے، اللہ تعالیٰ امام ذہبی کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے بڑی احتیاط واعتدال کے ساتھ حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف اور دونوں کے تعلق سے پیدا ہونے والے غلو کے بارے میں بڑی منصفانہ بات لکھی ہے، اور امت اسلامیہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔

وخلف معاويةَ خلق كثير يحبونه و يتغالون فيه ويفضلونه، اما قد ملكهم بالكرم والحلم والعطاء، واما قد ولدوافي الشام على حبه، وتربى اولادهم على ذلك، وفيهم جماعة يسيرة من الصحابة وعدد كثير من التابعين والفضلاء ، وحاربوا معه اهل العراق ، و نشؤوا على النصب، نعوذبالله من الهوىٰ، كما قد نشا جيش على رضى الله عنه و رعيته– الاالخوارج منهم–على حبه والقيام معه، و بغض من بغى عليه والتبرى منهم، وغلا خلق منهم فى التشيع،، فبالله كيف يكون حال من نشأ فى اقليم لايكاد يشاهد فيه الا غاليا فى الحب، مفرطا فى البغض، ومن اين يقع له الانصاف والاعتدال ؟ فنحمد الله على العافية الذى اوجدنا فى زمان قد انمحص فيه الحق، واتضح من الطرفين، وعرفنا مآخذ كل واحد من الطائفتين ، وتبصرنا، فعذرنا، واستغفرنا،واحببناباقتصاد ، وترحمنا على البغاة بتاويل سائغ فى الجملة، او بخطا ان شاء الله مغفور، وقلنا كما علمنا الله : ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين

سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا)(الحشر :۱۰)وترضینا ایضا عمن اعتزل الفریقین ، کسعد بن ابی وقاص، وابن عمر، ومحمد بن مسلمه، وسعید بن زید، وخلق، وتبرأنا من الخوارج المارقین الذین حاربوا علیا،و کفّروا الفریقین ، فالخوارج کلاب النار ، قد مرقوا من الدین ، ومع ھذا فلا نقطع لھم بخلود النار ،کما نقطع لعبدۃ الاصنام، والصلبان.(سیراعلام النبلاء۳/۱۲۸)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ کے بعد ایک کثیر جماعت ان لوگوں کی ہوئی جو ان سے محبت کرتے ہیں اوران کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں،اورانہیں فضیلت دیتے ہیں، یا تو اس لئے کہ حضرت معاویہؓ نے شرافت وبردباری اور سخاوت کے ساتھ ان پر حکومت کی،اور یا اس لئے کہ ان کی پیدائش شام میں اس حال میں ہوئی کہ وہاں حضرت معاویہؓ سے محبت کا ماحول تھا،اوراسی پر ان کی اولاد کی تربیت ہوئی،ان میں صحابہ کی مختصر سی جماعت ہے،اورتابعین نیز اہل علم وفضل کی بڑی تعداد ہے،ان لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے ہمراہ اہل عراق سے جنگ کی،اور ناصبیت پر ان کی نشو ونما ہوئی،ہم ہوائے نفس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں،اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر اوران کی رعیت کی نشو ونما (خوارج کو چھوڑ کر) حضرت علی کی محبت،ان کا ساتھ دینے، ان کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے بغض اوران سے اظہار براءت پر ہوئی،اوران میں سے ایک بڑی جماعت نے تشیع میں غلو کیا،اللہ کی قسم! ان لوگوں کا حال کیا ہوسکتا ہے جو کسی ایسے علاقہ میں نشو ونما پائیں جہاں انہوں

نے ایسے لوگوں کو ہی دیکھا ہے جو محبت میں غلو کرنے والے ہیں اورنفرت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں،ان میں انصاف واعتدال کہاں سے ہوسکتا ہے؟

ہم اللہ تعالیٰ کی اس عافیت پر حمد کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے زمانے میں پیدا کیا جس میں حق روشن ہو چکا ہے،طرفین کی صحیح صورت حال واضح ہوگئی ہے،اور دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کی کوتاہیاں بھی ہمیں معلوم ہوچکی ہیں، اور ان معاملات کے بارے میں بصیرت حاصل ہوچکی ہے، ہم نے دونوں جماعتوں کو معذور سمجھا،مغفرت کی دعائیں کیں،اوراعتدال کے ساتھ محبت کی،ہم نے بغاوت کرنے والوں کے لئے رحمت کی دعا کی،ایسی تاویل کے ذریعہ جس کی فی الجملہ گنجائش ہے، یا ایسی خطا کے ذریعہ جو اللہ کی مشیت سے بخشی ہوئی ہے،اورہم نے اسی طرح کہا جیسے ہم کو اللہ نے سکھایا ہے: **ربنا اغفرلنا ولاخواننا اللذین سبقونا فی الایمان، ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم.**(سورہ حشر:۱۰)

(اے ہمارے رب ہم کو بخش دیجئے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجئے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گذر گئے، اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے کینہ نہ رکھئے جو اہل ایمان ہیں،اے ہمارے رب! بے شک آپ انتہائی نرمی والے اورنہایت رحم کرنے والے ہیں۔)

اورہم ان لوگوں سے بھی راضی ہیں جو دونوں گروہوں سے الگ رہے، مثلاً حضرت سعد بن وقاص،حضرت ابن عمر،حضرت محمد مسلمہ،حضرت سعید بن زید،اور بہت سے لوگ رضی اللہ عنہم،اورہم ان خوارج سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی اورفریقین کو کافر قرار دیا۔

خوارج جہنم کے کتے ہیں، جو دین سے نکل گئے، اس کے باوجود ہم
ان کے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی ہونے کی بات قطعیت سے نہیں کہتے، جس
طرح بتوں اور صلیبوں کی پوجا کرنے والوں کے لئے کہتے ہیں۔اھ

(اس مضمون کی ساری معلومات سیر اعلام النبلاء للذہبی تذکرہ حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ سے لی گئی ہے۔)

حضرت معاویہؓ کا صحابی ہونا صحیح بخاری سے ثابت ہے

صحیح بخاری کی کتاب فضائل اصحاب النبی میں باب ذکر معاویہ کے تحت یہ روایت ہے،: ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی، ان کے پاس حضرت ابن عباسؓ کے ایک آزاد کردہ غلام موجود تھے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس آکر اس کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ بات چھوڑو، حضرت معاویہؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں، صحیح بخاری کی دوسری روایت ابن ملیکہ کے حوالہ سے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا: کیا آپ کو امیر المومنین معاویہؓ کے بارے میں معلوم ہے کہ انہوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے درست کیا، وہ فقیہ ہیں۔

اسی باب کی تیسری روایت یہ ہے کہ ابوتیاح روایت کرتے ہیں میں نے حمران بن ابان کو حضرت معاویہؓ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ تم لوگ ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے باوجود آپؐ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا، بلکہ اس سے روکا، یعنی عصر کے بعد دو رکعت۔

یہ تینوں روایتیں جو صحیح بخاری کی ہیں حضرت معاویہ ابن سفیانؓ کے صحابی ہونے کو ثابت کرتی ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

رہے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں، اور تیسری روایت میں حضرت معاویہؓ نے صحبت نبوی میں رہنے اور شرف صحابیت سے مشرف ہونے کا تذکرہ فرمایا، حالانہ فاضل محقق کا رسالہ ''لفظ صحابہ کے بارے میں غلط فہمیاں'' پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کو اس شرف سے محروم کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے بغاوت کی اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آئے، حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بھی ماضی قریب تک حضرت معاویہؓ کو صحابی رسول مانتے رہے، انہوں نے چند سال پہلے جو رسالہ لکھا تھا، اور جس کا تازہ ایڈیشن بھی حال میں ''شیعیت، سنیت، ناصبیت'' کے نام سے شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

اے صحابی رسول کے ناخلف اور ظالم بیٹے! تیرے سیاہ کرتوتوں کی بھی
کوئی انتہاء ہے! تو نے نہ صحابہ کا خیال کیا، نہ اہل نبوت کا............(صفحہ
۲۹و۳۰، اشاعت اکتوبر ۲۰۱۸ء)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عمرو، والد کا نام العاص، اور دادا کا نام وائل ہے، ابوعبداللہ کنیت ہے، امام ذہبی نے ان کے حالات کے آغاز میں ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے: ''**داهية قريش، و رجل العالم ومن يضرب به المثل فی الفطنة والدهاء والحزم**''، (قریش کا ذہین ترین شخص، دنیا کا ممتاز آدمی اور ایسا شخص جس کی ذہانت، زیرکی اور حزم واحتیاط ضرب المثل ہے)

انہوں نے ۸ھ کے اوائل میں اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ اور کعبہ مشرفہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کی آمد سے اور ان کے قبول اسلام سے بہت خوش ہوئے، حضرت عمروؓ کو ایک لشکر کا امیر بنایا، اور جہاد میں جانے کے لئے ان کی تیاری کرائی۔

ان کی حدیثیں ہیں، جو زیادہ نہیں ہیں، مکررات لے کر چالیس کے قریب ہیں، ان میں سے تین حدیثیں صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہیں، تنہا صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے، اور تنہا صحیح مسلم میں دو حدیثیں ہیں، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والے بہت سے حضرات ہیں۔

ابوبکر بن برقی نے فرمایا: عمر بن العاص پستہ قد تھے، سیاہ خضاب لگاتے تھے، فتح مکہ سے پہلے ۸ھ میں اسلام لائے، کہا جاتا ہے کہ وہ اور خالد اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم ۸ھ میں ماہ صفر کے آغاز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش ذات السلاسل کا امیر مقرر کیا، مدینہ میں رہائش اختیار کی، پھر مصر منتقل ہو گئے، اور وہیں وفات ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاص کے دونوں لڑکے مومن ہیں، عمرو اور ہشام، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کوئی بات نہ کروں کروں؟ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمرو بن العاص قریش کے نیک لوگوں میں ہیں، ابوعبداللہ، ام عبداللہ اور عبداللہ کتنے اچھے گھر والے ہیں۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو جس لشکر کا جھنڈا مرحمت فرمایا، اس میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور کبار صحابہ تھے، امام ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات غزوۂ ذات السلاسل کے بارے میں کہی ہے۔

حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں تقریباً چوبیس صفحات میں ان کے حالات درج کئے ہیں، حضرت عمر بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے سب پچھلے گناہ معاف ہو جائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اسلام اور ہجرت ان سے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں، پھر حضرت عمر بن العاصؓ نے فرمایا، خدا کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ شرم آتی تھی، اسی لئے میں نے آنکھ بھر کر آپ کو دیکھا بھی نہیں، اور نہ آپؐ سے مراجعت کی۔

امام ذہبی نے ان کے فضائل میں بہت سی احادیث وآثار ذکر کئے ہیں اور ان کی ذہانت وفطانت، فن جنگ میں ان کی مہارت اور ان کے کارناموں کے بارے میں بہت سی روایتیں درج کی ہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی، ان کی عمر امام ذہبی کی تحقیق کے مطابق اسّی سال سے زائد ہوئی، حضرت عمرؓ سے پانچ سال بڑے تھے، اور کہا کرتے

تھے کہ مجھے وہ رات یاد ہے جس میں عمرؓ پیدا ہوئے، حضرت عمر کی شہادت کے بعد بیس سال جیئے۔

جمہور محدثین نے صحابی کی جو تعریف کی ہے، اس کے مطابق تو حضرت عمرو بن العاصؓ جلیل القدر صحابی ہیں ہی، لیکن صحابی کی تعریف کے بارے میں فاضل محقق نے جن شاذ اقوال کو ذکر کیا ہے ان سب کے مطابق بھی وہ صحابی رسول ہیں، کیونکہ انہیں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت حاصل رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے حدیثیں بھی روایت کیں جو کتب صحاح میں درج ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے کام اور بڑی ذمہ داریاں بھی آپ کے حوالہ کیں، لہٰذا ان کے نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے صحابی رسول ہونے میں کوئی ادنیٰ شک نہیں ہے، حضرت عمرو بن العاص کا جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کا ساتھ دینا انہیں صحابیت کی فہرست سے خارج نہیں کرسکتا، وہ ان کی ایک اجتہادی غلطی تھی، ان کے بے شمار نیکیوں اور کارناموں کے مقابلہ میں ایک اجتہادی غلطی کا کوئی وزن نہیں، اجتہادی غلطی کرنے والا بھی ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

(اس مضمون کی ساری معلومات سیر اعلام النبلاء للذہبی تذکرہ حضرت عمرو بن العاص سے لی گئی ہے۔)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

فاضل محقق کے دل ودماغ میں صحابہ کرام کے بارے میں جو بدگمانی بسی ہوئی ہے اس کا اظہار ان کی تحریر وتقریر سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے، حادثہ کربلا کے بارے میں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ’’کربلا میں کیا ہوا، کیوں ہوا؟‘‘ انہوں نے اس رسالہ میں کتب تاریخ سے حادثہ کربلا کی مختصر روداد لکھی ہے، صفحہ پانچ پر لکھتے ہیں:

> حضرت حسینؓ نے جب مکہ سے روانگی کا فیصلہ کرلیا تھا تو عمر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام نے آکر عرض کیا تھا کہ عراق والے قابل اعتبار نہیں، حضرت حسینؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا، پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مشورہ دیا کہ عراق والے غدار اور دھوکہ باز ہیں، ان کے پاس جانا صحیح نہیں ہے، عبداللہ بن زبیرؓ نے روکنے کی کوشش تو نہیں کی، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ حجاز ان کے لئے صاف رہے ، ہاں! انہوں نے یہ ضرور کہا کہ اگر آپ یہاں رہیں تو تمام لوگ آپ پر متحد ہوجائیں گے، لیکن حضرت حسینؓ نے کہا کہ میں یہاں خون بہانا نہیں چاہتا۔‘‘

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جلیل القدر صحابی ہیں، عمر میں حضرت حسینؓ سے بڑے تھے، حضرت زبیر بن العوام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، عبداللہؓ بن زبیر ان کے بلند مرتبہ صاحبزادہ ہیں، جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے تو کچھ دنوں ان میں کسی بچہ کی پیدائش نہیں ہوئی، مہاجرین کا پہلا بچہ جو ہجرتِ مدینہ کے بعد پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، ان کی پیدائش پر تمام مسلمانوں خصوصاً مہاجرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، حضرت عبداللہ بن زبیر فضل وکمال میں نمایاں تھے، اور دین کی راہ میں قربانی دینا ان کا وطیرہ تھا، انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی

اللہ عنہما کو عراق کی طرف سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی، اور بڑے خوبصورت پیرایہ میں اپنی بات رکھی کہ اگر آپ یہاں رہیں تو تمام لوگ متحد ہو جائیں گے، لیکن فاضل محقق کے دل و دماغ میں صحابہ کے خلاف جو بدگمانی بھری ہوئی ہے، اس کا اظہار تحریر و تقریر میں جا بجا ہو رہا ہے، ان کا یہ جملہ کس قدر پُر فریب اور بدگمانی سے پر ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے روکنے کی کوشش نہیں کی، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ حجاز ان کے لئے صاف رہے۔

اس طرح کے جملوں سے صحابہ کے بارے میں بدگمانیاں جنم لیتی ہیں اور ان کی تصویر مسخ ہوتی ہے، گویا یہ سب لوگ خدانخواستہ سیاسی طالع آزما اور اقتدار و حکومت کے بھوکے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اس فکر میں تھے کہ حجاز میرے لئے خالی رہے، کہیں حضرت حسین بن علیؓ کے یہاں ٹھہر جانے سے میرا کھیل بگڑ نہ جائے، اس طرح کی تحریروں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی شبیہ نہیں بگڑی بلکہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شبیہ بھی بری طرح داغدار ہوئی، کہ خدانخواستہ وہ بھی اقتدار و حکومت کے حد درجہ طالب تھے، اور اپنے خیر خواہوں کے منع کرنے اور سمجھانے کے باوجود عراق کی طرف اس لئے روانہ ہو رہے تھے کہ اقتدار کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں آ جائیں، کیونکہ ان کے نام پر بڑی تعداد مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی۔

خدا کے لئے صحابہ کرام کے مرتبہ و مقام کا خیال کیا جائے، اور انہیں اس زمانہ کے سیاسی طالع آزماؤں اور اقتدار کے بھوکوں کے روپ میں پیش نہ کیا جائے، ان کی نیتوں پر گھٹیا حملے نہ کئے جائیں، اس طرح کی تحریروں اور تقریروں سے لوگوں کا دین ہی سے اعتماد اٹھ جائے گا، کیونکہ یہ دین ہمیں صحابہ کرام ہی کے ذریعہ پہنچا ہے، اگر وہی غیر معتبر ٹھہر گئے اور انہیں سے اعتماد اٹھ گیا تو دین ہی سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا، اور دین و ایمان کی عظمت دلوں سے رخصت ہو جائے گی۔

شہادت حسینؓ اور یزید کے بارے میں اہل سنت کے موقف کا خلاصہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''تبصرہ بر شہید کربلا و یزید'' کے نام سے ہے، اس کتاب کے اخیر میں محدث اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی بحث تحقیق کے بعد جو خلاصہ تحریر فرمایا ہے، اس کا اکثر حصہ یہاں درج کیا جایا ہے، تفصیلی مباحث اصل کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

☆ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی نہیں تھے، نہ ہمارے علم و اعتقاد میں ان کا خروج معصیت تھا، بلکہ وہ اپنے اجتہاد کی رو سے اپنے کو حق دار خلافت سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی، اور موقع کا انتظار کرتے رہے کہ صحیح خلافت قائم ہونے کے امکانات پیدا ہو جائیں، اس وقت اپنے لئے بیعت لیں، چنانچہ جب کوفیوں نے اپنے قاصدوں کی زبانی اور لاتعداد خطوط سے آپ کو مطمئن کر دیا کہ ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے، اور ہم آپ کے انتظار میں ہیں، اس کے بعد مسلم بن عقیل نے بھی کوفہ جا کر اور حالات کا جائزہ لے کر آپ کو اطمینان دلایا، تب آپ کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، مگر راستہ ہی میں آپ کو مسلم کی شہادت اور کوفیوں کی غداری کا علم ہو گیا، تو آپ نے پہلا ارادہ فسخ کر دیا، مگر پہلے ساتھیوں نے اور بعد میں ابن زیاد کے آدمیوں نے آپ کو نہ واپس ہونے دیا، نہ یزید کے پاس جانے دیا، مجبوراً آپ نے ابن زیاد کی فوج کا مقابلہ کیا، اور مردانہ وار لڑ کر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا، آپ ظلماً شہید کئے گئے، اور یہ واقعہ تمام تر ابن زیاد کی شقاوت و قساوت کا نتیجہ تھا۔

☆اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا، یا اس کا حکم دیا، اس کے ساتھ راضی تھا۔

☆یزید نہ تو ائمہ علم میں سے تھا، نہ ائمہ تقویٰ میں سے، وہ اپنے جیسے دوسرے مسلمان بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ تھا، وہ خلیفہ بھی تھا مگر خلیفۂ راشد نہ تھا، اسی لئے سیوطی وغیرہ نے اس کا ذکر بضمن خلفاء کیا ہے، اور ابن تیمیہ وغیرہ نے اس پر لفظ خلیفہ کا اطلاق کیا ہے۔

☆عقیدۂ فسق یزید کا تعلق سنیت سے نہیں ہے، نہ اثباتاً نہ نفیاً، بلکہ اس کی حیثیت محض ایک علمی تحقیق کی ہے، اگر کسی عالم کے نزدیک شرعی قواعد کے ماتحت اس کا فسق ثابت ہو، اور وہ اس کو فاسق مانتا ہو تو وہ بھی سنی ہے، اور کسی عالم کے نزدیک ان قواعد کی رو سے اس کا فسق ثابت نہ ہوتا ہو، اس لئے وہ اس کو فاسق نہ مانتا ہو، تو وہ بھی سنی ہے۔

(تبصرہ بر ''شہید کربلا و یزید''، صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹)

صحابہ اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہئے۔

خطیبؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابا واختار لی منھم اصھارا وانصارا، فمن حفظنی فیھم حفظہ اللّٰہ ومن اذانی فیھم اذاہ اللّٰہ تعالیٰ**۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند کیا، اور ان میں سے بعض کو میرے لئے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا، پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی، اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: **من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس أجمعین**۔ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **ان شرار امتی اَجْرَءُھم علی اصحابی**، میری امت میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان کی لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں، نیک عمل پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا وتعصب سے دور رہنا چاہئے کیونکہ وہ

مخالفتیں تاویل واجتہاد پر مبنی تھیں، نہ ہواو ہوس پر یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت امیر کی طرف تھا، لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھا اسلئے ملامت سے دور ہے، اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل ہے کہ جمل وصفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابوشکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ بمع ان کے تمام اصحاب کے جوان کے ہمراہ تھے، سب خطا پر تھے، لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔

اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور امیرؓ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں، اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح موافق (لعلہ مواقف) نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعت از روئے اجتہاد نہیں ہوئے۔

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کون سا گروہ ہے، جب کہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزر چکا اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں، جیسا کہ امام غزالیؒ اور قاضی ابوبکر وغیرہ نے تصریح کی ہے، پس حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی نے شفاء میں بیان کیا ہے:

قال مالک رضی اللّٰہ عنہ: من شتم احدا من اصحاب

النبی صلی اللّٰہ علیه واله وسلم وابابکر وعمر وعثمان وعمرو ابن العاص ، فان قال کانوا علی ضلال ، کفر وان شتم بغیر هذا من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیدا ، فلا یکون محاربو علیٍ کفرة کما زعمت الغلاة من الرافضة ولافسقة کما زعم البعض و نسبه شارح المواقف الی کثیر من اصحابه، کیف و قد کانت الصدیقة و طلحة والزبیر وکثیر من الاصحاب الکرام منهم وقد قتل الطلحة والزبیر فی قتال الجمل قبل خروج معاویة مع ثلثة عشر الفا من القتلیٰ فتضلیلهم و تفسیقهم مما لا یجرء علیه المسلم الا ان یکون فی قلبه مرض وفی باطنه خبث.

حضرت امام مالک نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کسی کو یعنی ابوبکر وعمر، عثمان وعمرو بن العاص کو گالی دی تو اگر کہا کہ وہ گمراہی پر تھے، اسے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر اس کے سوا اور کوئی گالی دی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں، تو اس کو سخت دی جائے گی، کیونکہ حضرت امیرؓ سے لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے، جیسا کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے، نہ فسق پر تھے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ جب کہ حضرت صدیقہ اور طلحہ اور زبیر اور بہت سے اصحاب کرام ان ہی میں سے تھے، اور طلحہؓ اور زبیرؓ جمل کی لڑائی میں معاویہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے، پس ان کو گمراہ قرار دینے کی جسارت اس شخص کے علاوہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو، کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ **رضی اللّٰہ تعالی علیهم اجمعین**

اور یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں جور کا لفظ معاویہ کے حق میں واقع ہوا ہے، اور کہا ہے کہ معاویہ جور کرنے والا امام تھا تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیرؓ کی خلافت کے زمانے میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھے، نہ کہ وہ جس کا انجام فسق وضلالت ہے، تاکہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے خلاف وہم پیدا ہو، پرہیز کرتے ہیں اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے، اور کس طرح جائز ہو سکے گا جب کہ صحیح وتحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعق میں ہے کہ حضرت مولانا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ۔ یہ بھی نامناسب کہا ہے اس کی تردید کی کیا حاجت اور اس میں کون سا محل اشتباہ ہے، اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا، لیکن حضرت معاویہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہؓ کے حق میں دعا کی ہے۔

اللھم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب. یااللہ! تو اس کو کتاب وحساب سکھا اور عذاب سے بچا اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا: **اللّٰھم اجعله ھادیاً مھدیاً** ۔ یااللہ! تو اس کو ہادی اور مہدی بنا اور اور آنحضرت علیہ السلام کی دعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سہو ونسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہو، اور نیز مولانا نے ان ہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے یہ عبارت بھی ناخوشی کی خبر دیتی ہے۔ **ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا**، یااللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شعبی سے معاویہ کی مذمت میں نقل کیا ہے اور اس کی برائی کو فسق سے برتر بیان کیا ہے، اس کو کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو امام اعظم جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں ان سے نقل کے زیادہ مستحق تھے اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں، اور اس کے ہم عصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں، معاویہ اور عمر بن العاص کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے، پس معلوم ہوا کہ ان کو گالی دینے کو کبیرہ گناہ جان کر انھیں گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے، اور نیز اس کو گالی دینا ابوبکر وعثمان کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، پس معاویہؓ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی! معاویہ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہیں، کم بیش آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں، پس اگر حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے، جو ان کی تبلیغ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے، کوئی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشاء حضرت عثمان کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے، طلحہؓ وزبیرؓ جو مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت صدیقہؓ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور طلحہ وزبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، قتل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے باعث ہوا ہے اس کے لئے معاویہ نے شام سے آ کر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لئے امیر کی خلافت کے ابتداء میں ہوا ہے اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات میں سے کہا ہے۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہؓ کو فرمایا تھا کہ **اذا ملکت الناس فارفق بهم**، (جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر) شاید اس بات سے معاویہ کو خلافت کی طمع پیدا ہوگئی ہو، لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور حضرت امیر حق پر، کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیر کی خلافت کے بعد تھا اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس منازعت کا منشاء قصاص کی تاخیر ہو اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہوگیا ہو بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہو، اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے لئے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں اور ان سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: **ایاکم وماشجر بین اصحابی** میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: **اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا**. یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیز سے بھی منقول ہے کہ: **تلک دماء طهر الله عنها ایدینا فلنطهر عنها السنتنا**. یہ وہ خون

ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا، پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں، اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہئے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہئے۔

قال علیه وآله والصلوٰة والسلام: اذا ظهرت الفتن او قال البدع و سبت اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس اجمعین، لا یقبل اللّٰه صرفا ولا عدلا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے ظاہر ہوجائیں یا بدعتیں فرمایا اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

(مکتوبات امام ربانی، مترجم قاضی عالم الدین، ج۱/۵۵۰ تا ۵۵۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی تحقیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو مکتوبات میں مشاجرات صحابہ اور شہادت حسینؓ کے بارے میں بڑی چشم کشا اور ایمان افروز گفتگو کی ہے، یہ دونوں مکتوب مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول (ص ۲۵۸-۲۹۰) میں درج ہیں، (مکتوب نمبر ۸۸، ۸۹) قارئین ان دونوں مکتوبات کا مطالعہ ضرور کریں، ان دونوں مکتوبات سے بعض اہم ترین اقتباسات شامل کتاب کئے جارہے ہیں۔

''اپنے سوالات کا جواب بغور پڑھیے؛

(مقدمہ اولیٰ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں، مگر ان کی

اسانیداس قدرقوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں،اس لئے
اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیت واحادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا
تواریخ کوغلط کہنا ضروری ہے۔

(مقدمہ ثانیہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں صحاح میں
خصوصی متعدد روایات موجود ہیں، مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا
فرمانا: **اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا** .(اے اللہ! تو معاویہ کو ہدایت یاب اور
ہادی بنادے) یا حضرت عباس رضی اللہ کا ان کے تفقہ کا اقرار کرنا وغیرہ، اس
لئے اگر تاریخ کوئی واقعہ ان روایات کے خلاف پیش کرے گی تو تاریخ کی
تغلیط ضروری ہوگی۔

(مقدمہ ثالثہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر چہ معصوم نہیں ہیں، مگر
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی فیض صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر
اصلاح ہوگئی ہے اوران کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہوگئی ہے کہ کہ مابعد کے
اولیاء سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں، اور یہی وجہ
ہے کہ اجماع امت ہر ہر صحابی کی افضلیت کا بعد والوں پر ہے، اور یہی وجہ ہے
کہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا
معاویہ (رضی اللہ عنہم) تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی
خاک جس پر سوار ہوکر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(مقدمہ رابعہ) معصوموں سے اگر چہ قصداً گناہ نہیں ہوسکتا، مگر غلط فہمی
سے بسا اوقات ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہوجاتا ہے، مگر یہ گناہ صورۃ ہی گناہ

ہے، حقیقۃً نہیں ہے، حقیقت میں اس کو گناہ نہ کہا جائے گا، حضرت موسیٰ علیہ
السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر پکڑ کر کھینچنا ایک پیغمبر کی اور
وہ بھی بڑا بھائی، سخت اہانت ہے، جو کہ دوسری جگہ میں کفر بلکہ شدید کفر ہے، مگر
یہاں گناہ بھی نہیں شمار کیا گیا، محشر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے قتل
کرنے کی وجہ سے مقام شفاعت عامہ میں اقدام کرنے کی جھجک ہوگی، مگر یہ
امر اس وقت باعث خوف نہ ہوگا، حالانکہ وہ کافر تھا، ملک دار الحرب تھا، دشمن
خدا ورسول کا ہم قوم اور رشتہ دار تھا، ظالمانہ طریقہ پر اسرائیلی پر غلبہ حاصل کرتا
ہوا ستا رہا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کا ارادہ بھی نہ کیا تھا، اور پھر
اس کے بعد معافی مانگ لی اور معافی قبول ہوگئی، **قال رب انی ظلمت
نفسی فاغفرلی ، فغفر له انه هو الغفور الرحيم. قال رب بما
انعمت علی فلن اکون ظهيرا للمجرمين.** (سورہ قصص) مگر اس
ذنب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغفار بھی منقول نہیں، حضرت موسیٰ
نے الواح کو پٹک دیا، **والقی الالواح.** (سورہ اعراف) کتاب اللہ کو
پھینکنا اور پھر وہ کتاب اللہ جو خود کو دی گئی جس میں کوئی شبہ نہیں، کس قدر بڑا
گناہ ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا، یقیناً یہ دونوں
امور اس غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان کو حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی تھی، اور
اس جوش نے یہ سب کچھ کرایا تھا، جو عشق خداوندی نے شرک کی حالت کے
مشاہدہ سے پیدا کیا تھا، یہ جوش اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا، جب کہ طور پر خبر دی
گئی تھی: **فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلهم السامری.** (سورہ
طہ) اور قبطی کا قتل عصبیت نسلی پر مبنی تھا اس لئے وہ خطرناک ہوا، اگر معصوم غلط

فہمی میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے امور کا مرتکب ہو سکتا ہے، تو غیر معصوم خواہ وہ کتنا ہی بڑی منقبت والا کیوں نہ ہو، کیوں نہیں ہو سکتا؟ اور اگر اس غلط فہمی کی وجہ سے نبی اور کتاب اللہ کی اہانت اور ہاتھا پائی پر مواخذہ نہیں ہوتا تو پھر حضرت علیؓ اور صاحبزادوںؓ سے جنگ و جدال پر کیا مواخذہ متروک نہیں ہو سکتا، اور اگر حضرت موسیٰؑ کا غصہ بھائی پر ان کی رشتہ داری اور قرابت قریبہ کی وجہ سے تیز ہو سکتا ہے تو بنی ہاشم اور حضرت علی اور صاحبزادوں پر حضرت معاویہؓ کا غصہ کیوں نہیں تیز ہو سکتا؟ ہر دو ابناءِ عم ہی تو ہیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ۲۵۸ تا ۲۶۰)

مورخین کا یہ قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے فسق و فجور کا علم تھا اور وہ معلن بالفسق تھا، اور باوجود اس کے انہوں نے استخلاف کی کوششیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات سے ہی شروع کر دی تھیں، یقیناً شان صحابیت ہی نہیں بلکہ شان عدالت کے بھی خلاف ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر.الآیۃ (آل عمران)

وکذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس.الآیۃ (بقرۃ)

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا. الآیۃ (فتح)

ولکن الله حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکره

الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک هم الراشدون.الآیۃ (حجرات)

یوم لا یخزی الله النبی والذین معه نورهم یسعیٰ بین أیدیهم.الآیۃ (تحریم)

ان آیات کو اور ان کے مثل دیگر آیات کو جو کہ قطعی طور پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اعلیٰ درجہ کی صفات کمالیہ پر شہادت دیتی ہیں، اور جن کے مصداق اول یہی حضرات ہیں، پھر ان ہی کے ساتھ ساتھ ان اخبار آحاد صحیحہ کو بھی لیجئے جو کہ عامہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شان میں وارد ہیں، مثلاً:

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهدیتم.(الحدیث)

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم.(الحدیث)

فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد اصحابی ولانصیفه.(الحدیث)

الله الله فی اصحابی من احبهم فحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم.(الحدیث)

ان روایات کے ہم معنی بہت احادیث صحیحہ ہیں جو کہ عامہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اعلیٰ مناقب پر دلالت کرتی ہیں، پھر اس کے ساتھ اجماع امت کو لیجئے جو کہ بتلاتا ہے کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ایک لحظہ کے لئے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر لی اور ایمان پر اس کی وفات ہوئی وہ بعد کے تمام اولیاء اور اتقیاء اور ائمہ وغیرہ سے افضل ہے، ان امور مذکورہ بالا کو دیکھتے ہوئے اگر مؤرخین کی یہ بات کہ فاسق یزید اور معلن

بالفسق کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نامزد بالخلافتہ کیا مانی جائے گی تو
ان تمام نصوص کی تذلیل وتوہین ہی نہیں، بلکہ انکار لازم آئے گا، ایسی صورت
میں تو معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ انتہائی فسق و معصیت میں مبتلا
ہوئے اور اسی بنا پر ان کی وفات ہوئی بلکہ درجہ کفر تک والعیاذ باللہ نوبت آتی
ہے(کیونکہ استحلال بالمعصیۃ صاف ٹپکتا ہے)۔..........

یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ نہ ان کی
توثیق وتخریج کی خبر ہوتی ہے، نہ اتصال وانقطاع سے بحث ہوتی ہے، اور اگر بعض
متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث وثمین سے اور ارسال
وانقطاع کے ساتھ لیا گیا ہے، خواہ ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہوں یا
ابن سعد۔

ان اخبار کو مستفاض ومتواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے،
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و
نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ آحاد احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو
مردود یا موول قرار دی جاتیں، چہ جائیکہ روایات تاریخ، اب آپ اصول تنقید
کو پیش نظر رکھ کر کوئی رائے قائم کیجئے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ۲۸۱ تا ۲۸۵)

صحابی کی تعریف اور مقام ومرتبہ کے بارے میں
شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق

صحابی کے بارے میں دور حاضر کے جس معروف عالم دین کے منحرف افکار کا جائزہ
ان صفحات میں لیا گیا ہے، انہیں عالم اسلام کے مشہور محقق اور متقی عالم دین حضرت شیخ
عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ واستفادہ کا خصوصی شرف حاصل ہے، اور شیخ ہی کی

نگرانی میں انہوں نے ماجستر (ایم.اے) کا مقالہ لکھا، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے علامہ
حارث محاسبی (م۲۴۳ھ) کے ’’رسالۃ المسترشدین‘‘ کو تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کیا،
اس کتاب پر شیخ ابوغدہ کی تعلیقات بہت مفصل اور تحقیقی ہیں، ان کا حجم اصل کتاب سے
بڑھ گیا ہے، شیخ کی تعلیقات میں ایک گرانقدر تعلیق ’’صحابی کی تعریف اور صحابہ کے مرتبہ و
مقام‘‘ کے بارے میں ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جن کی
ساری عمر حدیث اور علوم حدیث کی خدمت میں گذری ہے، ان کی گرانقدر تعلیق کو بعینہ نقل
کر دیا جائے۔

رسالہ المسترشدین کا ترجمہ اردو زبان میں حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ
آبادی دامت برکاتہم نے کیا ہے، اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تعلیقات کا ترجمہ حضرت
مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، شیخ کی مذکورہ بالا تعلیق وتحقیق کا
ترجمہ میرے قلم سے نہیں ہے، بلکہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کے قلم سے
ہے۔

تعریف الصحابی، وشرف الصحبة للنبی واثرها العظیم:

**قال الامام ابن حزم الظاهری رحمه الله تعالیٰ فی
کتابه ’’الاحکام فی اصول الاحکام‘‘ ۵: ۸۹، وهو یتحدث عن
فضل الصحابة وتعریف الصحابی: فاما الصحابه رضی الله
عنهم، فهم کل من جالس النبی صلی الله علیه وسلم ولو
ساعة، وسمع منه ولو کلمة فما فوقها، أو شاهد منه علیه
السلام امراً یعیه، ولم یکن من المنافقین الذین اتصل نفاقهم**

واشتهر حتى ماتوا على ذلك.

وكلهم عدلٌ امامٌ فاضلٌ رضاً، فرض علينا توقيرهم وتعظيمهم، وان نستغفر لهم ونحبهم، وثمرة يتصدق بها احدهم أفضل من صدقة أحدنا بما يملك، وجلسة من الواحد منهم مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أفضل من عبادة أحدنا دهره كله. ولوعمر أحدنا الدهر كله فى طاعات متصلة، ما وازى عمل امرئٍ صحب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ساعة واحدة فما فوقها، قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: دعوا لى اصحابى، فلو كان لأحدهم مثل أحد ذهبا فأنفقه فى سبيل اللّٰه، ما بلغ مد أحدهم ولانصيفه". انتهىٰ، بزيادة قوله(ولو عمر أحدنا......فما فوقها) من كتابه(الفِصَل)۴: ۲۰۱. وانتبه الى كلام الامام ابن حزم النفيس هذا—وهو ظاهرى لاصوفى—فى تعظيم الصحابة.

وانما حكم العلماء بان مجالسة ساعةٍ لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، أومشاهده لحظة، أو سماع كلمة فما فوقها منه عليه الصلاة والسلام: تكسب صاحبها اسم (الصحابى)، لشرف منزلة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، ولأن لروية نور النبوة قوة سريان فى قلب المومن، فتظهر آثارها على جوارح الرائى فى الطاعة والاستقامة مدى الحياة، ببركته صلى اللّٰه عليه وسلم.

ويشهد لذلك ما رواه الصحابى الجليل عبداللّٰه بن

بسر عنه صلى اللّٰه عليه وسلم: طوبىٰ لمن رانى وآمن بى، وطوبىٰ لمن رانى، ولمن راى من رآنى وآمن بى، طوبىٰ لهم وحسن مآب، رواه الطبرانى باسناد حسن والحاكم كما فى الجامع الصغير" للسيوطى بشرح التيسير"للمناوى ۲: ۱۱۹.

وقال الامام تقى الدين السبكى فى "الابهاج فى شرح المنهاج" ۱: ۹ من كتب اصول الفقه: "والصحابى كل من راى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مسلما، وذلك لشرف الصحبة، وعظم روية النبى صلى اللّٰه عليه وذلك ان روية الصالحين لها اثر عظيم، فكيف روية سيد الصالحين؟! فاذا رآه مسلم ولولحظة انطبع قلبه على الاستقامة، لانه باسلامه متهيى للقبول، فاذا قابل ذلك النور العظيم، أشرق عليه وظهر أثره فى قلبه على جوارحه.

قال عبدالفتاح: بل اذا راى أحدنا فى هذه الأزمان المتاخرة عالما صالحا تقيا، صارت رويته له– ولولحظة او دقائق معدودة – غذاءً يتطعمه بطعمه طول حياته، ويدفعه الى الخير والطاعة كلما ذكره، فكيف برؤية سيد الخلق والانبياء والمرسلين صلى الله عليه وسلم فداءً ابى وامى.

وانما أطلت بعض الشئى فى بيان فضل (الصحبة الشريفة)، لان هذالموضوع – بتكدر العقول والقلوب بالأفكار الضالة– صار ضامرا فى أذهان بعض الناس اليوم،

فاقتضى منى الاطالة.

(رسالۃ المسترشدین، مع تحقیق وتعلیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، حاشیہ ص ۱۸ و۱۹)

''صحابی کی تعریف، صحابیت کا شرف اوراس کے اثرات:

امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الاحکام فی اصول الاحکام'' ج۵/ ۸۹ پر صحابی کی فضیلت اور صحابی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''صحابہ رضی اللہ عنہم تو یہ ہر وہ شخص ہے جوایک ساعت کے لئے ہی سہی حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا ہو، آپ سے سنا ہوخواہ ایک جملہ یا زیادہ یا آپ سے کوئی کام دیکھا ہواوراسے محفوظ رکھا ہو،لیکن منافقین میں سے نہ ہو، جن کا نفاق مسلسل باقی رہا، اوراسی پران کی وفات ہوگئی۔

صحابہ سب کے سب عادل، امام، باکمال، سراپا رضا ہیں، ہمارے اوپر ان کی تعظیم وتکریم، ان سے محبت اوران کے لئے دعائے مغفرت کرنا فرض ہے، کسی صحابی کا ایک کھجور صدقہ کرنا، ہم میں سے کسی کے بھی ساری جائداد صدقہ کرنے سے بھی افضل ہے، کسی صحابی کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نشست ہم میں سے کسی کے زمانے بھر کی عبادت سے افضل ہے، اگر ہم میں سے کسی کوسارے زمانے کی عمر مل جائے اور وہ اسے مسلسل عبادتوں میں صرف کردے تب بھی وہ کسی ایسے شخص کی ہمسری نہیں کرسکتا جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محض ایک ساعت، یا اس سے کچھ زیادہ صحبت نصیب ہوئی ہو، اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**دعوا لی اصحابی، فلو كان لأحدهم مثل أحد ذهباً فأنفقه فی سبيل الله مابلغ مُد أحدهم ولا نصيفهم** '' (میرے صحابہ کو چھوڑ دو، اگر تم میں سے

کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو جسے وہ راہ خدا میں خرچ کردے، تو بھی کسی صحابی کے ایک مد اوراس کا آدھا خرچ کرنے کے برابر نہیں پہنچے گا)، اس میں ''**ولو عمر احدنا......تا......فما فوقها** '' کا اضافہ علامہ ابن حزم ہی کی دوسری کتاب ''**الفِصَل** '' ج۴/ص۲۰۱ سے کیا گیا ہے، علامہ ابن حزم ظاہری کی یہ بات کتنی نفیس ہے اور بیش قیمت ہے اور صحابہ کی کس قدر عظمت پر دال ہے، حالانکہ ابن حزم اصحاب ظواہر میں سے ہیں، کوئی صوفی نہیں ہیں۔

علماء نے جو یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ساعت ہی کی ہم نشینی یا ایک گھڑی آپ کا دیدار یا ایک لفظ یا اس سے زیادہ آپ سے سننے کی وجہ سے انسان کو ''صحابی'' کا لقب عظیم مل جائے تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبے کے شرف واعزاز اور اس بنا پر کیا ہے کہ نور نبوت کے دیدار کے اندر، مومن کے قلب میں گھس جانے کی بڑی طاقت ہے، جس کے اثرات دیکھنے والے کے اعضاء وجوارح پر تاحیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے اطاعت اور استقامت کی صورت میں مرتب ہوتے ہیں۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جسے عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے آپ نے فرمایا''**طوبیٰ لمن رانی وآمن بی وطوبیٰ لمن رای من رانی وآمن بی، طوبیٰ لهم وحسن مآب** ''اس حدیث کوامام طبرانی نے بہ سند حسن اپنی معجم میں اور امام حاکم نے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ مناوی کی کتاب ''التیسیر '' کی شرح ''**الجامع الصغیر** ''ج۲/۱۱۹ پر تصریح ہے (بڑی بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر

ایمان لایا، بڑی بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری زیارت سے شرف
یاب شخص کا دیدار کیا، بڑی بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری زیارت
کرنے والے شخص کی زیارت کرنے والے کو دیکھا، ان سب کے لئے بڑی
بھلائی اور بہترین ٹھکانہ ہے۔)

امام تقی الدین سبکی نے ”**الابھاج فی شرح المنھاج**“ ۱/۹ پر لکھا
ہے: صحابی ہر وہ شخص ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلام کی حالت
میں زیارت کیا، یہ صحبت رسول کے شرف کی وجہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی زیارت کی عظمت کی بنا پر ہے، وجہ یہ ہے کہ صلحاء کی زیارت کا بڑا اثر ہوتا
ہے تو پھر سید الصالحین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا کیا کہنا؟ جب کوئی مسلمان
آپ کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے، خواہ ایک گھڑی کے لئے سہی تو اس کا دل
استقامت پر جم جاتا ہے، کیوں کہ مسلمان ہونے کے سبب پہلے ہی سے اس
کے اندر قبول وتسلیم کی صلاحیت موجود تھی اب جب اس عظیم نور کی زیارت
ہوئی تو یہ نور اس کے اوپر چمکنے لگتا اور اس کا اثر اس کے قلب اور جوارح پر ظاہر
ہونے لگتا ہے۔

عبد الفتاح کہتا ہے کہ ان آخری زمانوں میں بھی اگر کسی کو کسی متقی اور
نیک عالم کی زیارت نصیب ہوجاتی ہے، خواہ چند منٹ کے لئے ہی، تو یہ
زیارت اس کے حق میں بہترین غذا بن جاتی ہے جسے وہ زندگی بھر چکھتا رہتا
ہے، اور جب بھی اس کی یاد آتی ہے، اس شخص کو خیر اور طاعت کی مہمیز ہوتی
رہتی ہے، پھر سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ کی زیارت اور دیدار کا کیا حال رہا
ہوگا، میں نے صحابیت کی فضیلت میں کسی قدر لمبی گفتگو اس لئے کہ گمراہ افکار و

خیالات کے سبب دل ودماغ کے مکدر ہوجانے کے باعث یہ موضوع آج کل
بعض اذہان سے اوجھل ہو چکا ہے، لہٰذا اس کا تقاضا تھا کہ تفصیل سے کلام کیا
جائے۔

(حاشیہ ترجمہ رسالۃ المسترشدین ۴۶ تا ۴۸ مکتبہ دارالمعارف الہ آباد و مجلس معارف کاپودرہ)

صحابۂ رسول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی نظر میں

آپ کے تیار کئے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے، اور نوع انسانی کے لیے باعث شرف وافتخار ہے، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دلکش ودل آویز تصویر نہیں ملتی، جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی بے نفسی، خدا ترسی، ان کی پاکبازی، پاکیزگی، ان کی شفقت ورافت، اور ان کی شجاعت وجلالت، ان کا ذوقِ عبادت اور شوقِ شہادت، ان کی شہسواری اور ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم وزر سے بے پروائی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل، ان کا حسنِ انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، نبوت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جو انسانی افراد تیار کیے ان میں ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ کی متواتر شہادتیں نہ ہوتیں، تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا، لیکن اب وہ ایک تاریخی حقیقت اور ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

(دین اسلام اور اولین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں، ص: ۱۸و۱۹)

مصنف ایک نظر میں

نام: عتیق احمد بستوی

سن پیدائش: ۱۹۵۴ء

ابتدائی تعلیم: مدرسہ نورالعلوم بہرائچ

فضیلت وافتاء: دارالعلوم دیوبند (۱۳۹۳-۱۳۹۴/۱۹۷۳-۱۹۷۴)

موجودہ مشغولیت: استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو (از ۱۹۸۰ء)

چند عہدے اور ذمہ داریاں:

(۱) صدر وبانی معہد الشریعہ لکھنو

(۲) سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(۳) رکن اساسی ورکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

(۴) رکن اساسی آل انڈیا ملی کونسل

(۵) رکن اساسی المعہد العالی الاسلامی پھلواری شریف پٹنہ

فون اور ایمیل:

9839776083

m.ateeque.bastavi@gmail.com

چند تصنیفات:

☆ ہندوستان میں نفاذ شریعت ☆ زکوۃ کے مصارف ☆ زکوۃ اور مسئلہ تملیک

☆ ہندوستان اور نظام قضا ☆ اصولی مباحث ☆ تحقیق وتسہیل ازالۃ الشکوک تصنیف حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (۴ جلدیں)